جدید ایڈیشن

تلبیساتِ داعش

داعش کے گمراہ کُن نظریات کا تعاقب

تلبیسات داعش

خوارج العصر داعش کی تلبیسات
اور
غلط فہمیوں کا علمی محاکمہ

نظرثانی واضافہ جات
فضیلۃ الشیخ مفتی ابو الحسن مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

تالیف
فضیلۃ الشیخ مفتی عبد العزیز نعیم حفظہ اللہ

فتنہ تکفیر وخوارج، فتنہ مرجیہ ومعتزلہ اور دیگر اہم موضوعات پر قرآن وسنت کی روشنی میں تیار کیا گیا

مکتبہ رد الفتن

کالٹریچر مفت حاصل کرنے کے لیے وزٹ کریں

www.alfitan.com

فہرست

پہلی قسم:
داعش کے منہج سے متعلقہ شبہات

دوسری قسم:
داعش سے قتال کے متعلق شبہات

تیسری قسم:
مخالفین داعش کے منہج سے متعلقہ شبہات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ از

مفتی ابو الحسن مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

حامدا مصلیا ومسلما اما بعد !

امت مسلمہ کے زوال کے اسباب میں سے ان کا فتن اور گروہ بندی کا شکار ہونا ہے اور فِتن و فِرق مختلف ادوار میں مختلف رہے ہیں اور بعض مختلف صورتوں اور اجسام میں رونما ہوتے رہے ہیں۔ کسی دور میں ان کا کوئی نام تھا اور کسی میں کوئی، اسماء اور صور کی تبدیلی سے حقائق تبدیل نہیں ہوتے جیسے رشوت کا نام ھدیہ، تحفہ، بچوں کے لئے مٹھائی وغیرہ رکھ دیں تو وہ رشوت ہی رہے گی۔ سود کو پرافٹ اور نفع کا نام دینے سے اس کی حرمت ختم نہیں ہو گی۔ ایسے ہی بعض گمراہ اور بدعقیدہ لوگ نام اور بھیس بدل بدل کر امت کی تباہی وبربادی کا باعث بنتے رہے ہیں۔

انہیں فرق ضالہ میں سے خوارج ایک گمراہ کن اور گمراہ گر فرقہ اور فتنہ ہے جو اسلام کے لبادے میں رہ کر جہالت وضلالت اور تباہی وبربادی پھیلاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دورِ مسعود میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کو یہ لوگ کافر قرار دیتے تھے اور قرآنی آیات ونصوص کا ذکر کر کے تکفیر کرتے تھے حالانکہ وہ ان آیات کے صحیح مفہوم ومقصود سے نابلد تھے، اہل اسلام کے قتل کے درپے ہوتے تھے اور اھل الاوثان کے قتل کو ترک کر دیتے تھے۔ جیسا کہ کئی ایک احادیث صیحہ وحسنہ سے یہ بات ثابت ہے اور جہاں پر بھی یہ لوگ جمع ہو جاتے تو خلافت کا دعوی کرنے میں بڑے دلیر

اور بے باک ہوتے تھے جیسا کہ امام ابو الحجاج یوسف بن عبد الرحمن المزنی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب الکمال میں امام وھب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ذکر کیا ہے۔[1]

یہ لوگ اہل السنہ اہل الحدیث کے لقب سے ملقب کرتے ہیں اور جس شخص کو وہ جاسوس سمجھ لیتے ہیں یا جو ان کی بیعت نہیں کرتا اسے بری طرح ذبح کرتے اور جلاتے ہیں اور یہی فتنہ عصر حاضر میں داعش کے نام سے ابھرا ہے، جنہوں نے مختلف بلاد اسلامیہ میں قتل و غارت گری اور لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا ہے اور سادہ لوح عوام کو کتاب و سنت کی نصوص میں معنوی تحریفات کر کے گمراہ کر رکھا ہے اور کئی ایک شبہات و تلبیسات اور تر ددات میں گم کر دیا ہے۔

ہماری زیر نظر کتاب میں محترم المقام واجب الاحترام الشیخ عبد العزیز حفظہ اللہ تعالی وصانہ من کل شریر[2] نے ان کی گمراہیوں اور ضلالتوں کا پردہ چاک کیا ہے اور ان کے شبہات کا رد کتاب و سنت کے دلائل ساطعہ اور براہین قاطعہ سے پیش کیا ہے تاکہ عوام الناس بالخصوص اور طلاب العلم بالعموم اس سے استفادہ کریں۔ اور ان کی تلبیسات سے

---

(1) تہذیب الکمال تحت رقم الترجمہ : 7362 ج:7 ص:502 مؤسسة الرسالة

(2) شیخ محترم عبد العزیز نعیم حفظہ اللہ اس دور کے مایہ ناز محدث شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ اور مفسر قرآن شیخ عبد السلام رستمی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ آپ کو بحمد اللہ جامعہ خالد بن الولید پشین میں تدریس کے ساتھ ساتھ خوارج سے متعلق مسائل پر پورا عبور حاصل ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، علامہ ابن القیم اور علامہ البانی رحمہم اللہ کی ان مسائل پر خصوصی نظر ہونے کی وجہ سے ان کی کتب سے ایک خاص لگاؤ رکھتے ہیں۔ محقق زمان شیخ الحدیث حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث اور مفسر قرآن شیخ عبد السلام رستمی رحمۃ اللہ علیہ کے سایہ شفقت میں کئی بار دورہ تفسیر القرآن کرنے کے بعد گزشتہ تیرہ برس سے کوئٹہ و پشاور کے مختلف مدارس میں دورہ تفسیر القرآن جاری کیے ہوئے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ جامعہ سلفیہ دعوت الحق کوئٹہ سے فراغت کے بعد وہیں فرائض معلمی بھی سرانجام دے چکے ہیں۔ دقیق علمی مسائل پہ خصوصی نظر رکھتے ہیں جس کی وجہ سے تفسیر دعوت القرآن از محترم سیف اللہ خالد حفظہ اللہ اور تفسیر القرآن الکریم از شیخ الحدیث حافظ عبد السلام بن محمد بھٹوی حفظہ اللہ کی نظر ثانی کا شرف بھی آپ کو حاصل ہے۔ بارگاہ الٰہی میں دعا ہے کہ شیخ محترم کی عمر اور علم میں برکت عطا فرمائے اور اہل شر کے فتنے سے محفوظ رکھے۔ آمین (ادارہ)

واقف ہو کر اپنا دامن ان سے بچا سکیں کیونکہ کتاب و سنت کے علوم سے جڑے ہوئے علماء فِتن کو آتے ہی پہچان لیتے ہیں، جیسا کہ فتن کے متعلق گہری بصیرت رکھنے والے مشہور و معروف امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:" ان هذه الفتن اذا اقبلت عرفها كل عالم واذا ادبرت عرفها كل جاهل "[3]

"یقیناً یہ فتن جب آتے ہیں تو ہر عالم انہیں پہچان جاتا ہے اور جب یہ فتنے پشت پھیر کر جاتے ہیں تو ہر جاہل بھی پہچان چکا ہوتا ہے۔"

لہذا فتن سے بچاؤ کی تدابیر اور وسائل میں سے کتاب و سنت کے ماہرین علماء بھی ہیں ان کی معیت انسان کو گمراہی سے نکلنے میں مدد و معاون ہوتی ہے۔ اس کتاب میں عبد العزیز آف کوئٹہ حفظہ اللہ نے بڑے آسان پیرائے اور سلامت کے ساتھ عوام کی راہنمائی کی ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ ہر شخص کو کرنا چاہیے تاکہ وہ داعش کی گمراہیوں سے بچ سکے اور رب العزت ہمارے ایمان و اخلاص کی حفاظت کرے اور ہر طرح کی گمراہی سے محفوظ کرے اور جنت الفردوس کا وارث بنائے۔ آمین یارب العالمین

ابوالحسن مبشر احمد ربانی عفا اللہ عنہ
رئیس مرکز الحسن، مرکز الشیخ حماد العتیبی رحمۃ اللہ علیہ
882 پی بلاک سبزہ زار لاہور

(3) طبقات ابن سعد ج7، ص166

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

إن الحمد لله، نحمدُه ونستغفره ونستعينه ونستهديه ونعوذُ بالله من شرورِ أنفسنا ومن سيئاتِ أعمالنا، من يهْدِ اللهُ فلا مضِلَّ له ومن يضلل فلا هادي له. وأشهد أنْ لا إله إلا اللهُ وحده لا شريك له وأشهد أنَّ محمداً عبدُه ورسولُه

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيراً وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيباً﴾

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلاً سَدِيداً. يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيماً﴾

أما بعد: فإن خير الحديث كتاب الله، وخير الهدي هديُ محمد، وشر الأمور محدَثاتها، وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار

کفر اور اسلام کا معرکہ ہر وقت اور ہر دور میں ہوتا رہا ہے جس میں غالب اور فاتح مسلمان ہی رہے، جیسا کہ اللہ عزوجل کا قانون ہے: ﴿وَإِنَّ جُندَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ﴾ "اور بے شک ہمارا لشکر، یقیناً وہی غالب آنے والا ہے۔" [الصافات: 173] ﴿إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ ٱلْأَشْهَادُ﴾ "بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے ضرور مدد کرتے ہیں دنیا کی زندگی میں اور

اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔" [الغافر: 51] ﴿فَإِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُونَ﴾ "تو یقیناً اللہ کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو غالب ہیں۔" [المائدة: 56]

یہ سلسلہ جاری تھا کہ روس اسلامی ممالک پر غاصبانہ قبضہ جماتے ہوئے افغانستان تک پہنچ گیا تو افغانی غیور بہادر مسلمانوں نے روس کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ کا فریضہ شروع کر کے کافروں کے مقابلے میں ڈٹ گئے اور پورا عالم اسلام ہر قسم کے تعاون کے ساتھ افغانیوں کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور بالآخر روس کو شکست ہوئی لیکن افسوس کہ جہاد افغانستان میں منہجی تربیت کی کمی تھی، القاعدہ ودیگر جماعتوں نے اپنے کارکنان کو نظریہ تکفیر پر چلا دیا تھا لہذا جب یہی بیرون ممالک سے آنے والے مجاہد افغانستان کی فتح کے بعد اپنے اپنے ممالک میں واپس گئے تو تکفیری نظریے کے مطابق اپنے ہی اسلامی ممالک میں لڑائی اور فساد شروع کرنے لگے۔

اسی وقت چودھویں صدی کے مجدد علامہ محمد ناصر الدین الالبانی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب لکھی "التحذیر من فتنة التکفیر" جس پر الشیخ بن باز رحمۃ اللہ علیہ تقریظ اور شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب پر تعلیق لکھی۔ اس کتاب اس دور کے ان جید علماء کرام نے قرآن وسنت کے دلائل کی روشنی میں امت کو اس فتنے کے نقصان اور بڑے پیمانے پر ہونے اثرات سے خوب آگاہ کیا۔

یہ سلسلہ شروع تھا کہ اچانک نائن الیون کا واقعہ پیش آیا اور امریکا نے نیٹو اتحاد کے ہمراہ افغانستان پر غاصبانہ حملہ کر دیا، جس کے مقابلے میں افغانی مجاہدین نے مسلسل چودہ سال جہاد کیا حتی کہ کفر مغلوبیت اور کمزوری کا شکار ہونے لگا۔ پھر یکدم سے کافروں نے جنگی حکمت عملی بدلتے ہوئے ایک چال چلی۔

عراق وشام میں داعش نامی تنظیم کو کھڑا کر کے ایک خطرناک منصوبہ اور سازش تیار کی، کیونکہ کافر یہ بات سمجھ چکے تھے کہ وہ مسلمانوں کا بلا واسطہ مقابلہ نہیں کر سکتے جبکہ اس میں ان کا نقصان بھی زیادہ ہوتا ہو۔ پھر داعش نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر ظلم اور سفاکیت کی اس قدر انتہا کر دی کہ لوگ جہاد جیسے عظیم عمل سے متنفر ہونے لگے۔

جسے نبی کریم ﷺ نے اسلام کی کوہان قرار دیا ہے تو اس دور میں اہل حدیث علمائے کرام نے خوارج کیخلاف ممبر و محراب اور کتاب و قلم کے ذریعے آواز اٹھائی، کیونکہ داعش کو لیکر کچھ لوگ جہاد کو بدنام کرنے کیلئے لوگوں کے ذہن میں شبہات ڈالنے میں کامیاب ہو رہے تھے۔

تو ان لوگوں کے شبہات کا رد کرنے کے لیے ہمارے ادارے کے بھائیوں کے تعاون سے مختلف علمائے کرام کی کتب سے استفادہ کرتے ہوئے ایک کتاب مرتب کی گئی جس کا نام "تلبیساتِ داعش "رکھا گیا۔ اللہ تعالی ان تمام بھائیوں کی محنت قبول فرمائے جنہوں نے اس کتاب کی تیاری میں میرے ساتھ تعاون کیا خصوصا شیخ المشائخ مفتی مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کو پڑھا اور اپنی تقریظ سے مزین کیا، اللہ شیخ محترم کو اہل شر سے محفوظ فرمائے اور آپ کا سایہ ہم پر تادیر سلامت رکھے۔ آمین یا رب العامین !

الحمد للہ اس کتاب کے پہلے ایڈیشن کو بڑی پزیرائی حاصل ہوئی اب یہ دوسرا ایڈیشن بھی حاضر ہے۔ جہاں کہیں کوئی سقم یا کمپوزنگ کی غلطیاں باقی تھیں ، انہیں دور کر دیا گیا ہے لیکن پھر بھی انسان غلطیوں کا پتلا ہے ، اگر کوئی غلطی باقی رہ گئی ہو تو اہل علم ضرور راہنمائی فرمائیں۔

اس کتاب میں داعش کے صرف اہم شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے۔ طوالت سے بچتے ہوئے اس کے تمام افکار و نظریات پر بحث کرنے سے گریز کیا گیا ہے۔ ان اہم ترین شبہات کو ہم نے تین اقسام میں تقسیم کیا ہے:

پہلی قسم: داعش کے منہج سے متعلقہ شبہات

دوسری قسم: داعش سے قتال کے متعلق شبہات

تیسری قسم: مخالفینِ داعش کے منہج سے متعلقہ شبہات

یہ بات یاد رہے کہ یہ مسائل اور اقسام آپس میں مربوط ہیں اور ان کا ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہے۔ ان پر مجموعی نظر ڈالنے سے ہی تمام شبہات کا ازالہ ہو سکے گا۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اس کتاب کو نفع مند بنائے، اسے ہمارے لیے حجت اور دلیل بنائے، ہمارے خلاف اسے برہان نہ بنائے ۔ اللہ رب العزت بھٹکے ہوئے مسلمانوں کو خصوصاً نوجوانوں کو راہ ہدایت پر گامزن فرمائے، اللہ رب العزت امت مسلمہ کو اس فتنہ عظیم سے جلد نجات عطا فرمائے ، کفار کی سازشوں کو ناکام بنادے ، پریشان حالوں کو سیدھا راستہ دکھائے اور گمراہ وفسادیوں کا قلع قمع کردے۔ إن الله على كل شئ قدير. آمین

والسلام

ابوحنظلہ عبدالعزیز نعیم

پہلی قسم:
داعش کے منہج سے متعلق شبہات کا رد

پہلا شبہ:

داعش والے نہ کبیرہ گناہوں پر تکفیر کرتے ہیں اور نہ سر منڈواتے ہیں تو خارجی کیسے؟

شبہ کی تفصیل:

آپ داعش کو خوارج کیسے قرار دے سکتے ہیں جبکہ خوارج تو وہ ہوتے ہیں جو مسلمان حکمران کے خلاف بغاوت کرتے ہیں اور کبیرہ گناہ کے مرتکب کو کافر قرار دیتے ہیں، نہ یہ سر منڈواتے ہیں اور نہ انہوں نے کسی مسلمان حکمران کے خلاف بغاوت کی ہے اور نہ اس کے کارکنان مرتکبِ کبیرہ گناہ کو کافر کہتے ہیں۔ اور بعض نشانیاں جو احادیث میں آئی یہاں مثلاً لمبی داڑھی، شلوار کے اونچے پائینچے رکھنا دیگر جماعتوں اور مسلمانوں میں بھی پائی جاتی ہیں پھر وہ خارجی کیوں نہیں؟

جواب:

خوارج امتِ اسلامیہ پر ایک خطرناک اور شر انگیز گروہ ہے، اس لیے سنتِ نبوی ﷺ میں ان کی مکمل نشانیاں بیان کی گئی ہیں تاکہ یہ لوگوں پر اپنے معاملہ پر لوگوں کو دھوکا نہ دے سکیں، اور ان نشانیوں کا تنظیم (دولۃ) پر شدید تر انداز سے لاگو ہوتی ہیں۔ شرعی دلائل میں اس کا ذکر نہیں ملتا کہ خوارج کا مسلمانوں کے امام کے خلاف مسلح بغاوت یا خروج کرنا شرط ہے، یا خوارج کا کبیرہ گناہوں پر تکفیر کرنا کوئی لازمی چیز ہے، یہ اصول اور تعریفات جن کا ذکر اہل علم کی جانب سے خوارج کے لیے کیا گیا ہے یہ صرف خوارج کے قریب ترین ہونے کی نشانیوں کے طور پر بیان کیا جاتا ہے، یہ (فرقہ) خوارج کی صفات کے تناظر میں علمی اعتبار سے بیان ہوئے ہیں، اور اس میں مندرجہ ذیل سمجھنے کے قابل ہیں:

پہلی بات: خوارج کی تعریف اور کسی گروہ یا فرقہ کو خارجی قرار دینے کے لیے معتبر قاعدہ اور فیصلہ کن بات وہی ہے جو کتاب و سنت میں مذکور ہے۔ سنت نبوی نے خوارج کی صفات اتنی وضاحت سے بتائی ہیں کہ کسی دوسرے گروہ کی صفات اتنی تفصیل سے نہیں بتائیں کیونکہ یہ لوگ بہت خطرناک ہیں اور عام لوگ ان کے بارے میں دھوکا کھا جاتے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی اور اہم نشانیاں: تکفیر کرنا، مخالفین کا قتل جائز سمجھنا، قرآن و سنت کی عبارات کو صحیح طور نہ سمجھنا، جلدی غصہ کر جانا، بے وقوف ہونا، کمسن ہونا لیکن گھمنڈ اور فخر و غرور سے بھرپور ہونا۔

دوسری بات: بہت سے علماء نے یہ لکھا ہے کہ "کبیرہ گناہ کے مرتکب کی تکفیر" تمام خوارج کی صفت نہیں ہے اور نہ ہی خارجی ہونے کے لیے شرط ہے کہ وہ کبیرہ گناہ کرنے والے کی تکفیر کرتا ہو، بلکہ جو بھی ناحق مسلمانوں کی تکفیر کرے اور انہیں قتل کرنا جائز سمجھے، تو چاہے مرتکب کبیرہ گناہ کے کافر ہونے کا اعتقاد نہ بھی رکھتا ہو، وہ خوارج میں شامل ہے۔

حدیثِ نبوی میں ان کی ایک صفت یہ بیان ہوئی ہے کہ یہ مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ علماء کا کہنا ہے کہ اس قتل کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے مخالفین پر ناحق کفر وارتداد کا حکم لگاتے ہیں۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انہوں نے اپنی جماعت سے نکلنے والے مسلمانوں کو کافر قرار دے دیا تو ان کے قتل کو جائز سمجھ لیا۔" (4)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "خوارج کے دین کا بڑا حصہ اس بات پر مشتمل ہے کہ مسلمانوں کی جماعت سے دور رہا جائے اور ان کے مال و جان کو لوٹنا جائز سمجھا جائے۔" (5)

دوسری جگہ فرماتے ہیں: "یہ لوگ اپنے اس عقیدہ کی بناء پر کہ اہل قبلہ مرتد ہو چکے ہیں، ان کے قتل کو اس سے زیادہ جائز سمجھتے ہیں جتنا ان کفار کے قتل کو جائز سمجھتے ہیں جو مرتد نہیں ہیں۔" (6)

---

(4) المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم: 84/9

(5) الفتاویٰ: 209/13

(6) الفتاویٰ: 497/28

علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ان لوگوں نے کتاب اللہ کی اپنی من مانی تاویل کی بناء پر مسلمانوں کا خون بہانا جائز سمجھ لیا، گناہوں کی وجہ سے انہیں کافر ٹھہرایا اور تلواریں لے کر ان پر چڑھ دوڑے۔“ (7)

امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف خروج کرنے والے خوارج زنا، چوری اور شراب نوشی جیسے گناہوں کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے تو انسانوں کو اپنا جج بنانے اور ان کا فیصلہ قبول کرنے کی بناء پر تکفیر کی تھی، اگرچہ حقیقی طور پر یہ کوئی گناہ نہیں ہے۔ انہوں نے علی، معاویہ، دونوں فیصلہ کرنے والے صحابہ اور اس عمل پر راضی سب صحابہ رضی اللہ عنہم اور دیگر لوگوں کی کھلم کھلا تکفیر کی اور ان کے قتل کو جائز قرار دیا۔ ان کی اس حرکت کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں خوارج کا لقب دیا جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی کی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سے یہ نہیں پوچھا تھا کہ بقیہ گناہوں کے بارے میں تمہارا کیا نظریہ ہے؟ ان کی وجہ سے تکفیر کرتے ہو یا نہیں؟

بلکہ ”نجدات“ جو اہل علم کے اتفاق کے مطابق خوارج کے سرغنہ تھے، وہ بھی کبیرہ گناہ کے مرتکب کو کافر قرار نہیں دیتے تھے۔ امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ خوارج کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”خوارج کا اجماع ہے کہ مرتکبِ کبیرہ گناہ کافر ہے۔ لیکن نجدات کا یہ موقف نہیں ہے۔“ (8)

تیسری بات: یہاں ایک اہم شبہ کی وضاحت کرنا بہت ضروری ہے کہ سر منڈوانا تمام خوارج کی صفت نہیں۔ تاریخ میں کئی ایسے خارجی گروہ گزرے ہیں جو سر نہیں منڈواتے تھے لیکن پھر بھی اہل علم نے انکے عقائد کو دیکھتے ہوئے انہیں خارجی کہا ہے۔ سر منڈوانا تو صرف اس ذوالثدیہ خارجی کے حلیے سے منسلک ہے جسے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دور میں قتل کیا گیا تھا۔

---

(7) الاستذکار: 499/2
(8) مقالات الإسلامیین: 86/1

جیسا کہ ابن تیمیہؒ نے کہا: " وَهَذِهِ السِّيمَا سِيمَا أَوَّلِهِمْ كَمَا كَانَ ذُو الثُّدَيَّة ؛ لأَنَّ هَذَا وَصْفٌ لَازِمٌ لَهُمْ".[9]

"یہ پرانے خوارج کی نشانی ہے جیسا کہ ذوالثدیہ تھا کیونکہ یہ وصف صرف انہی کا ہے۔"

اسی طرح لمبی داڑھیاں اور شلوار کے پائنچے اونچے رکھنا خوارج کی قطعی نشانی نہیں بلکہ یہ ذوالخویصرہ کے حلیے کو بیان کرنے کے لیے ذکر کی گئی تھیں اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ "اس کی نسل میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے۔۔۔۔" اور پھر آنحضرت ﷺ نے خوارج کی دیگر صفات کا تذکرہ کیا تھا۔

کچھ لوگ محض کسی لمبی داڑھی یا اونچے پائنچے والے شخص کو دیکھ کر اسے خارجی کہہ دیتے ہیں، جبکہ یہ کسی کے خارجی ہونے کی حتمی نشانی نہیں۔ اگر صرف چند ظاہری نشانیاں مثلاً لمبی داڑھی یا اونچے پائنچے دیکھ کر خارجی ہونے کا حکم لگایا جائے تو معاذ اللہ ان صحابہ کرام کی عظیم ہستیوں کے بارے کیا حکم ہو گا جو لمبی داڑھیاں بھی رکھتے تھے اور شلواریں بھی ٹخنوں سے اوپر رکھتے تھے؟

اصل چیز خوارج کے عقائد ہیں جن سے ہر کسی کو باخبر رہنا ضروری ہے۔ خوارج کی اصل نشانی مسلمانوں کی تکفیر، انکا خون اور مال حلال جاننا ہے۔ جس کے اندر یہ صفت پائی جائے کہ وہ اصولِ تکفیر کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مسلمانوں کی تکفیر کرے اور انکا قتل حلال جانے تو وہ خارجی ہے، چاہے وہ کبیرہ گناہوں پر تکفیر نہ بھی کرتا ہو یا چاہے وہ سر نہ منڈواتا ہو۔

لہٰذا خوارج کی عمومی صفت جو سب میں پائی جاتی ہے، وہ ناحق مسلمانوں کو کافر قرار دینا اور اس وجہ سے ان کے قتل کو جائز سمجھنا ہے۔

اس تکفیر کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً: کبیرہ یا صغیرہ گناہ کرنے کی وجہ سے تکفیر، یا ایسے کام کی وجہ سے تکفیر جو بالکل بھی گناہ نہیں ہے، یا گمان اور اندازے لگا کر، شبہات اور

---

(9) مجموع الفتاوى (28/ 497)

محتمل امور کی وجہ سے تکفیر، یا ایسے معاملات کی وجہ سے تکفیر جن میں اختلاف اور اجتہاد ہو سکتا ہو، یا تکفیر کی شروط کو پورا کیے اور رکاوٹوں کو دور کیے بغیر تکفیر۔[10]

جب علماء نے کبیرہ گناہ کے مرتکب کی تکفیر کرنے والوں کو خوارج قرار دیا ہے تو صغیرہ گناہوں، اجتہادی امور میں غلطی کرنے والوں یا مباح کام کرنے والوں، مثلاً: کفار کے ساتھ بیٹھنے اور ان سے خط وکتابت وغیرہ جیسے کام کرنے والوں کی تکفیر کرنے والوں کو کیا نام دیا گیا ہو گا؟

چوتھی بات: شرعی نصوص (قرآن وسنت کی عبارات) میں خوارج کی ایسی کوئی شرط نہیں ہے کہ وہ مسلم حکمران کے خلاف بغاوت کریں گے۔ بلکہ جو شخص بھی خوارج سے متفق ہو گا، چاہے وہ مسلمان حکمران کے خلاف بغاوت کرے یا نہ کرے، خوارج میں ہی شمار ہو گا۔

---

(10) بلکہ خوارج میں ایک فرقہ قعدہ یا قعدیہ کے نام سے مشہور ہے۔ ان کا یہ نام قتال سے رکنے کی وجہ سے ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں لکھتے ہیں: ”قعدیہ خوارج کا ایک گروہ ہے جن کی رائے تو وہی ہے جو دیگر خوارج کی ہے، لیکن وہ بغاوت نہیں کرتے، البتہ اسے مزین کر کے پیش کرتے ہیں۔“ حافظ صاحب اپنی دوسری کتاب تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں: ”قعدہ خوارج کا ایک گروہ ہے جو خود تو جنگ نہیں کرتا، لیکن ظالم حکمرانوں کی حسبِ استطاعت مذمت کرتا ہے۔ یہ لوگوں کو اپنی دعوت دیتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ بغاوت کو شہ بھی دیتے ہیں اور خوبصورت بنا کر بھی پیش کرتے ہیں۔“

اہل علم نے انہیں خوارج کا ہی نام دیا ہے اور انہیں خوارج کا ایک گروہ قرار دیا ہے اگرچہ یہ براہِ راست لڑائی نہیں کرتے اور نہ حکمران کے خلاف بغاوت کرتے ہیں۔ اسی طرح خوارج کے جدامجد ذوالخویصرہ نے کسی کے خلاف تلوار نہیں اٹھائی تھی لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو خوارج کے عقائد وخصائل پر ہونے کیوجہ سے خارجی کہا تھا۔

بلکہ بہت سے اہل علم نے تو انہیں خبیث ترین خوارج کا نام دیا ہے کیونکہ یہ عام لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کرتے ہیں اور معاملہ کو ان پر خلط ملط کرتے ہیں۔ امام ابو داؤد نے اپنی کتاب «مسائل الإمام أحمد» میں عبد اللہ بن محمد ابو محمد الضعیف کا قول نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ”خوارج کا قعدہ نامی گروہ خبیث ترین خوارج ہیں۔“ (362/1)

دراصل حکمرانوں کے خلاف بغاوت ناحق تکفیر اور مسلمانوں کے قتل کو جائز سمجھنے کی وجہ ہوتی ہے۔ اگر خوارج کے سامنے کوئی حکمران ہوتا ہے تو اس کے خلاف بغاوت کردیتے ہیں اور جان ومال کو لوٹنا شروع کردیتے ہیں۔ اگر حکمران نہیں ہوتا تو مسلمان عوام، مجاہدین، علماء اور داعی حضرات کو قتل کرنے لگتے ہیں۔

چنانچہ ان کا نام ''خوارج'' احکامِ دین سے باہر نکلنے اور مسلمانوں کی جماعت کو توڑنے کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا:

«سَيَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ، يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا، لِمَنْ قَتَلَهُمْ عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

اخیر زمانہ قریب ہے جب ایسے لوگ مسلمانوں میں نکلیں گے جو نوعمر بیوقوف ہوں گے (ان کی عقل میں فتور ہوگا) ساری خلق کے کلاموں میں جو بہتر ہے، وہ بات کہیں گے۔ قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ دین سے اس طرح باہر ہو جائیں گے جیسے تیر شکار کے جانور سے پار نکل جاتا ہے۔ تم ان لوگوں کو جہاں پانا، بے تامل قتل کرنا، کیونکہ ان کو قتل کرنے کا اللہ کی طرف سے قیامت کے دن ثواب ملے گا۔[11]

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''دین سے خارج ہونے اور بہترین مسلمانوں کے خلاف بغاوت کی وجہ سے انہیں خوارج کا لقب دیا گیا ہے۔''[12]

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ان لوگوں کو جماعت سے خروج کی وجہ سے خوارج کا نام دیا گیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جماعت کے راستہ سے ہٹنے کی وجہ سے یہ نام دیا گیا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے درج ذیل فرمان کی وجہ سے یہ نام دیا گیا ہے

---

(11) صحيح البخاري: 6930، صحيح مسلم: 1066

(12) فتح الباري: 283/12

کہ: «یخرج من ضئضئ ھذا» ”اس (ذوالخویصرہ) کی نسل سے کچھ لوگ نکلیں گے۔“ (13)

تاتاریوں کے بارے میں جب لوگوں میں اختلاف پیدا ہوا کہ انہیں کیا کہا جائے تو امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں خوارج کا لقب دیا، حالانکہ انہوں نے کسی حکمران کے خلاف بغاوت نہیں کی تھی۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”تاتاریوں سے قتال کس ذیل میں آتا ہے؟ اس بارے میں لوگوں کے ہاں گفتگو ہو رہی ہے کیونکہ یہ اسلام کا اظہار کرتے ہیں اور حکمران کے خلاف باغی بھی نہیں۔ کیونکہ انہوں نے کبھی خلیفہ کی اطاعت قبول ہی نہیں کی کہ پھر اس سے ہاتھ اٹھالیا ہو!

اس بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: ”ان کا تعلق انہی خوارج سے ہے جنہوں نے علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ وہ ان دونوں سے خلافت کے زیادہ حق دار ہیں۔ اور اِن لوگوں کا بھی یہی خیال ہے کہ یہ لوگ قیامِ حق کے مسلمانوں سے زیادہ حق دار ہیں۔“ (14)

بات تو یہاں تک پہنچی ہوئی ہے کہ اگر خوارج کوئی ریاست بھی قائم کرلیں تو پھر بھی خوارج ہونے سے بری نہیں ہوسکتے۔ اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ خوارج ہمیشہ مملکتوں اور ریاستوں کا قیام عمل میں لاتے رہے ہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض تو خلافت کے بھی مُدَّعِی رہے ہیں۔ لیکن جب تک یہ لوگ مسلمانوں کی تکفیر کرتے رہیں گے اور ان کے قتل کو جائز سمجھتے رہیں گے، صرف حکومت پر قابض ہوجانے کی وجہ سے انہیں خوارج نہ ہونے کی سند نہیں دی جاسکتی۔

پانچویں بات: داعش سے بہت سے ایسے اقوال وافعال سرزد ہوچکے ہیں جن کا لازمی تقاضا ہے کہ انہیں خوارج اور نبوی منہج سے منحرف قرار دیا جائے۔ مثلاً:

---

(13) شرح النووي: 164/7
(14) البداية والنهاية: 28/14

① تمام مسلمان ممالک پر کفر و ارتداد کا فتویٰ اور تمام مسلمانوں کو اپنے زیر اثر خطوں کی طرف ہجرت کرنے کا حکم۔

② اپنے مخالفین پر کفر و ارتداد کا فتویٰ، انہیں بدمعاش، خیانت کار، شبہ اور غیر کفریہ کاموں، مثلاً: حکومتی اور غیر سرکاری تنظیموں سے معاملات کرنے اور ان کے ذمہ داروں سے ملاقات کی بناء پر انہیں کفار کے ایجنٹ کہنا۔

③ اپنے منہج کے مخالفین اور اپنی موہوم سلطنت کے سامنے نہ جھکنے والوں سے لڑائی کو جائز قرار دینا۔ انہوں نے مسلمانوں کو پکڑا، انہیں جیلوں میں ڈالا، قتل کیا، سزائیں دیں، مجاہدین کے کیمپوں میں اپنے جاسوس بھیجے جنہوں نے باغیوں، مجاہدین، داعیوں، صحافیوں اور محنتی لوگوں میں سے سرکردہ کو قتل کیا۔ انہوں نے مسلمانوں سے اتنی جنگ کی، جتنی دشمنوں سے بھی نہیں کی۔

دراصل یہ سب کچھ نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کے عین مطابق تھا کہ خوارج:

«يَقْتُلُونَ أَهْلَ الإِسْلاَمِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الأَوْثَانِ».

"مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو کچھ نہیں کہیں گے۔"(15)

④ "منحرف جماعتوں سے قتال جائز ہے" کی آڑ میں مسلمانوں کا مال ناحق لوٹنے اور اسے بحق سرکار ضبط کرنے کو جائز سمجھنا۔ عمومی ذرائع آمدنی یعنی تیل کے کنوؤں اور غلہ کے ذخائر پر قبضہ کرنا اور ان پر برسراقتدار حکمران کی طرح تصرف کرنا۔

⑤ مسلمانوں کی جماعت سے علیحدگی اختیار کرنا اور صرف اپنے منہج کو حق پر سمجھنا۔ نظریاتی یا عملی پہلوؤں میں اپنے مخالفین پر دین کے دشمن ہونے کا فتویٰ لگانا۔

اس کے ساتھ ساتھ ان کے دعویٰ خلافت اور تمام مسلمانوں پر اپنی بیعت کے وجوب کا فتویٰ بھی ذہن میں رکھیے۔

⑥ ان میں معروف علماء موجود نہیں ہیں جو مسلمانوں کے ہاں قابل اعتماد ہوں۔ یہ وہی صورتحال ہے جس میں ان کے خارجی اسلاف مبتلا تھے۔ ان سے سیدنا عبد اللہ بن

---

(15) صحيح البخاري: 3344، صحيح مسلم: 1064

عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: ”میں تمہارے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مہاجرین وانصار صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے آیا ہوں۔۔۔ انہی لوگوں کے سامنے قرآن نازل ہوا۔ وہ تم سے زیادہ وحی کو جانتے ہیں۔ انہی کے بارے میں قرآن نازل ہوا۔ ان میں سے ایک بھی تمہارے اندر موجود نہیں ہے۔“ (16)

ان میں اکثریت نوعمر لڑکوں کی ہے جن پر جلدبازی اور جوش وجذبہ طاری ہے۔ غور وفکر اور علم کی کمی ہے۔ ذہنی سطح بہت پست اور بصیرت کا فقدان ہے۔ یہ ویسے ہی ہیں جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: «حُدَثَاءُ الأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الأَحْلاَمِ»

"کمسن بے وقوف لوگ ہوں گے۔" (17)

اہل علم وحکمت کی عدم موجودگی کا ان کے معاملات پر گہرا اثر نظر آتا ہے۔ یہ لوگ بے وقوفی اور طیش کا نمونہ نظر آتے ہیں۔ معاملات کے انجام سے بے خبر اور بے پروا ہیں۔ اسی وجہ سے یہ لوگ کلمہ حق کو بلند کرنے اور اللہ پر بھروسہ کے گمان میں مسلمانوں کو تباہ وبرباد کیے چلے جارہے ہیں۔

⑦ مذکورہ بالا سب باتوں کی وجہ سے اب یہ لوگ اس فخر وغرور اور گھمنڈ میں مبتلا ہوچکے ہیں کہ صرف وہی مسلمان ہیں۔ وہی اکیلے فی سبیل اللہ جہاد کررہے ہیں۔ وہی جہاد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے طریقوں کو جانتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ لوگ اپنے اقوال وافعال پر بہت فخر وتکبر کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کے بارے میں فرمایا تھا: «إِنَّ فِيكُمْ قَوْمًا يَعْبُدُونَ وَيَدْأَبُونَ - يَعْنِي - يُعْجِبُونَ النَّاسَ، وَتُعْجِبُهُمْ أَنْفُسُهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ».

تم میں ایک قوم ایسی آئے گی جو عبادت کرے گی اور دیندار ہوگی، حتیٰ کہ لوگ ان کی کثرت عبادت پر تعجب کیا کریں گے اور وہ خود بھی خود پسندی میں مبتلا ہوں گے۔ وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ (18)

---

(16) المستدرك للحاكم: 2656

(17) صحيح البخاري: 3611، صحيح مسلم: 1066

(18) مسند أحمد: 12972

اسی غرور نے انہیں اہل علم و حکمت پر دست درازی کرنے اور ان کی باتیں نہ ماننے پر مجبور کیا ہے۔ یہ لوگ علم و فہم کا دعویٰ کرتے ہیں اور ناتجربہ کاری سے معاملات کا سامنا کرتے ہیں اور اسی زعم میں اپنے اور دیگر تنظیموں کے درمیان جاری جھگڑوں پر کسی کو ثالث بنانے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

⑧ داعش مجاہدین کے خلاف قتال و محاصرہ میں ظالم بشار کی مدد گار ہے۔ بشار کے سامنے مجاہدین کی پسپائی اور مجاہدین کے کیمپوں پر قبضہ پر انہوں نے خوشی کا اظہار کیا۔ یہ بھی کوئی بعید از گمان بات نہیں ہے کہ ان میں بہت سے دشمنانِ اسلام گھسے ہوئے ہیں اور ان کے ذریعہ مجاہدین کو اس طرح نقصان پہنچا رہے ہیں کہ براہِ راست خود نہیں پہنچا سکتے تھے۔

یوں داعش کی صورت میں ایک مجسمِ شر ہمارے سامنے موجود ہے جو پچھلے خوارج میں بھی نہیں تھا۔ یہ لوگ باطل کے حمایتی ہیں۔ حق اور شرعی عدالتوں کے سامنے جھکنے سے انکاری ہیں۔ جھوٹ، دھوکا، خیانت، وعدوں کی خلاف ورزی اور دشمنانِ اسلام کی طرف جھکاؤ ان کا شعار ہے۔ یہ نصیریوں سے بھی زیادہ مسلمانوں کے لیے خطرناک ہیں۔ پچھلے خوارج سے شر، برائی اور انحراف میں یہ کئی گنا آگے نکل چکے ہیں۔[19]

لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ داعش کو خوارج کہنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے اس میں شامل ہر فرد خارجی ہے۔ کیونکہ ان میں بہت سے ایسے لوگ بھی ہوں گے جو ان کی حقیقت اور اصلیت سے ناواقف ہوں گے۔ بہت سے دھوکے میں مبتلا ہوں گے۔ لیکن من

---

(19) اقدامی جہاد میں کفار و مشرکین پر خوارج سے جہاد کو مقدم کرنے کی بات کئی ایک سلف سے ثابت ہے۔ مثلاً: عاصم بن شُمَیْخ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا جبکہ ان کے ہاتھ بڑھاپے کی وجہ سے کانپ رہے تھے کہ خوارج سے قتال مجھے مشرکین سے قتال سے زیادہ محبوب ہے۔ (مصنف ابن أبي شيبة: 37886) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن ہبیرہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے: ''ایک حدیث میں ہے کہ خوارج سے قتال مشرکین سے قتال سے اہم ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ خوارج سے قتال کرنا گویا اسلام کے اصل سرمایہ کو محفوظ کرنا ہے جبکہ مشرکین سے قتال نفع حاصل کرنے کے مترادف ہے۔ اور یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ اصل سرمایہ کی حفاظت نفع حاصل کرنے سے اہم ہے۔'' (فتح الباري: 301/12)

حیث الجماعت ان سے ہمارا معاملہ ایک جیسا ہی ہو گا۔ ان کے شر کو ختم کرنا ہماری ذمہ داری ہے اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ داعش کا خارجی جماعت ہونا بالکل واضح ہے کیونکہ یہ صحیح عقیدہ سے دور اور مسلمانوں کی جماعت سے بالکل میل نہیں کھاتے بلکہ مسلمانوں کے ناحق قتل کو حلال سمجھتے ہیں۔[20]

(20) تفصیل کے لیے یہ فتویٰ ملاحظہ کیجیے: «هل تنظيم (الدولة الإسلامية) من الخوارج؟»
http://islamicsham.org/fatawa/1945

دوسرا شبہ:

داعش کے کارکنان کی عبادت اور جہاد میں محنت ان کے منہج کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

شبہ کی تفصیل:

داعش کو خوارج کیسے کہا جاسکتا ہے جبکہ یہ لوگ بہت عبادت گزار ہیں اور عبادات کرنے کے بہت حریص ہیں۔ ان میں کوئی تمبا کو نوش اور بے نماز نہیں ہے۔ میدانِ جنگ میں بڑے گرم ہوتے ہیں اور جہادی کاروائیوں میں اپنی جانیں کھپا دیتے ہیں۔ یہ عبادت تقویٰ کے نتیجہ میں ہی سامنے آتی ہے۔ بلکہ ہم تو دیکھتے ہیں کہ ان میں سے بہت سے افراد عام لوگوں سے حسن اخلاق سے پیش آتے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا منہج بالکل ٹھیک ہے۔

جواب:

پہلی بات: اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ کارکنانِ داعش بعض دینی امور کی پابندی کرتے ہیں، مثلاً: داڑھی رکھتے ہیں، نمازوں کی ادائیگی پر زور دیتے ہیں اور تمباکو نوشی سے پرہیز کرتے ہیں، تو اس کا لازمی مطلب یہ نہیں نکلتا کہ داعش پورے دین کو اپنائے ہوئے ہے۔ کیونکہ تنظیم میں بہت بڑے نقص اور خطرات پائے جاتے ہیں، مثلاً: عقیدہ و منہج کا فساد، مسلمانوں کی تکفیر، ان کے جان ومال کو لوٹنا، جھوٹ، دھوکا دہی، خیانت، اہل علم پر طعنہ زنی اور ان پر بداعتمادی وغیرہ۔

لہذا دین کے چند ظاہری پہلوؤں کو اپنا لینا اور دوسری طرف اہم اور بڑے معاملات کو نظر انداز کرنا، دراصل دین کو صحیح طریقے سے نہ اپنانے کا اظہار ہے۔ رب تعالیٰ

اس چیز سے ڈراتے ہوئے فرماتے ہیں: ﴿أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٨٥﴾﴾

کیا تم کتاب کے بعض احکام مانتے ہو اور بعض کا انکار کر دیتے ہو؟ بھلا جو لوگ ایسے کام کریں ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا میں ذلیل و خوار ہوں اور قیامت کے دن وہ سخت عذاب کی طرف دھکیل دیے جائیں؟ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں۔[البقرة : 85]

اس کے علاوہ تنظیم کے بہت سے افراد ایسے بھی موجود ہیں جن میں عبادت گزاری کا یہ جذبہ نظر نہیں آتا۔

دوسری بات: جب یہ دینداری دین میں بدعتوں کی ایجاد، مسلمانوں کے ناحق مال وجان لوٹنے، دھوکا دہی، جھوٹ اور بداخلاقی سے نہیں روک رہی تو پھر اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا بالکل فضول ہے کہ ان کا منہج اور عقیدہ درست ہے۔ بلکہ خوارج کی طویل تاریخ سے یہی کچھ معلوم ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ہمیں خوارج کی عبادت گزاری میں محنت کا حال پہلے ہی بتا دیا تھا تاکہ ہم اس دھوکے میں نہ آئیں۔ آپ ﷺ نے عبادت گزار اور دین و فضیلت کے حاملین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرمایا: «يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلاَتَهُ مَعَ صَلاَتِهِمْ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ».

تم میں سے ہر ایک اپنی نماز کو خوارج کی نماز اور اپنے روزہ کو خوارج کے روزہ سے حقیر سمجھے گا۔(21)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”تلاوت و عبادت میں ان کی محنت کی شدت کو دیکھ کر انہیں قراء کہا جاتا تھا۔ لیکن یہ لوگ قرآن کی غلط تاویلیں کرتے تھے اور اپنی رائے کو

(21) صحيح البخاري: 3610، صحيح مسلم: 1064

ٹھونسنے کی کوشش کرتے تھے۔ دنیا سے بے رغبتی اور خشوع وغیرہ میں تکلف سے کام لیتے تھے۔“ (22)

اسی طرح معرکوں میں جان لڑانا اور فدائی کاروائیاں بھی دینداری اور منہج کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں بن سکتیں۔ خوارج کی پوری تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں، وہ لوگ بھی بہت بہادر، دلیر اور جراءت مند تھے۔ میدان میں خوب جم کر لڑتے تھے۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ نہروان میں خوارج اتنا ڈٹ کر لڑے کہ صرف دس آدمی زندہ بچے۔ پھر اموی سلطنت کے خلاف ان کی ریشہ دوانیاں جاری رہیں حتی کہ ان کی شدت اور سختی کی وجہ سے معرکوں میں پورے پورے لشکر کام آجاتے تھے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”اپنی تمام بد خصلتوں کے باوجود خوارج میدانِ قتال میں جم کر اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر لڑتے تھے۔ ان کی تاریخ جس نے بھی پڑھی ہے، وہ اس بات کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔“ (23)

بلکہ یہ پیش قدمی اور شدت تو بعض اوقات منحرف لوگوں بلکہ غیر مسلموں میں بھی دیکھنے کو مل جاتی ہے۔ تاریخ میں غیر مسلموں کی ثابت قدمی، شدت اور اپنی جانیں قربان کرنے کے بہت سے واقعات ملتے ہیں۔ جیسا کہ بھنگی اسماعیلیوں کے پرانے واقعات اور جاپانی کامیکازی (یہ سلطنت جاپان کے خودکش حملہ آور ہواباز تھے) جن کی شہرت دوسری جنگ عظیم کی بحر الکاہل مہم کے اختتامی مراحل میں اتحادی افواج کے بحری جہازوں پر حملوں کی وجہ سے ہے۔ (24)

بہت سی کمیونسٹ تنظیموں نے فلسطین پر یہودی قبضہ کو ختم کرنے کے لیے قربانیاں دیں۔ لیکن ان کی یہ کوششیں، محنتیں اور قربانیاں شریعت اور حق کے ترازو میں ذرہ برابر بھی وزن نہیں رکھتیں جب تک وہ غیر مسلم ہیں۔

---

(22) فتح الباري: 291/12
(23) فتح الباري: 48/9
(24) کامیکازی کا مطلب ہے: مقدس ہوا، طوفانی جھکڑ۔ کہتے ہیں کہ 1281ء میں قبلائی خان کی قیادت میں آنے والے بحری بیڑے سے جاپان کو اس طوفان نے بچایا تھا۔

معلوم ہوا کہ قوت، جراءت، جنگی صلاحیت اور جان ہتھیلی پر رکھنا قبولیت عمل اور منہج کے درست ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

تیسری بات: صرف نفاذ شریعت کی دعوت، کافر سے لڑائی یا اسلامی نعروں کو دینداری، منہج کی درستگی اور انحراف سے سلامتی پر دلیل سمجھنا بہت بڑی غلطی ہے۔

اچھی باتیں اور اچھے نعرے ہر ایک کو اچھے لگتے ہیں، بلکہ اکثر اوقات بری نیت اور ارادے والا ہی خوبصورت نعرے لگا رہا ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: «إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي كُلُّ مُنَافِقٍ عَلِيمِ اللِّسَانِ»

مجھے اپنی امت پر چرب لسان منافق سے زیادہ خطرہ ہے۔ (25)

آخری زمانے کی ایک علامت یہ بھی بتائی گئی ہے کہ لوگوں کے قول و عمل میں بہت تضاد ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«سَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ سَنَوَاتٌ خَدَّاعَاتُ، يُصَدَّقُ فِيهَا الْكَاذِبُ، وَيُكَذَّبُ فِيهَا الصَّادِقُ، وَيُؤْتَمَنُ فِيهَا الْخَائِنُ، وَيُخَوَّنُ فِيهَا الأَمِينُ».

مکر و فریب والے سال آئیں گے، ان میں جھوٹے کو سچا سمجھا جائے گا اور سچے کو جھوٹا۔ خائن کو امانت دار اور امانت دار کو خائن سمجھا جائے گا۔ (26)

آپ ﷺ نے ہمیں خوارج کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ بہت اچھی باتیں کریں گے۔ حق کی دعوت کا اظہار کریں گے لیکن ان کا منہج غلط ہو گا اور عقیدہ میں فساد ہو گا۔ فرمایا: «يُحْسِنُونَ الْقِيلَ وَيُسِيئُونَ الْفِعْلَ»

باتیں بہت اچھی کریں گے لیکن کام ان کے بہت برے ہوں گے۔ (27)

ایک اور جگہ فرمایا: «يَتَكَلَّمُونَ بِكَلِمَةِ الْحَقِّ لَا يُجَاوِزُ حُلُوقَهُمْ»

کلمہ حق کہیں گے لیکن وہ ان کے اپنے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ (28)

---

(25) مسند أحمد: 143

(26) سنن ابن ماجه: 4036

(27) سنن أبي داؤد: 4765

(28) مسند أحمد: 1255

علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”یعنی ایسی باتیں کریں گے جو بظاہر بہت اچھے اقوال ہوں گے، مثلاً: «إن الحكم إلا لله» ”حکم صرف اللہ کا چلے گا۔“ اور اسی طرح کی دیگر باتیں، مثلاً: کتاب اللہ کی طرف دعوت۔“ (29)

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں خوارج ایک جگہ جمع ہوئے اور انہوں نے قرآن کو اپنا قاضی بنانے، حق کی تلاش، ظلم سے انکار، ظالموں سے جہاد، دنیا کی طرف عدم التفات، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر آپس میں معاہدہ کیا اور پھر اس کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم سے قتال کرنے کے لیے چل پڑے۔

ابن ابی نُعْم کہتے ہیں کہ میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا جب ان سے ایک آدمی نے مچھر مارنے کے متعلق پوچھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا: ”تمہارا تعلق کس علاقہ سے ہے؟“ کہنے لگا: ”عراق سے۔“ فرمایا: ”اس ظالم کو دیکھو کہ مجھ سے مچھر مارنے کے متعلق پوچھ رہا ہے حالانکہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے۔“ (30)

اس ساری بحث سے یہ بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ اچھی اچھی باتیں کرنا، نعرے مارنا اور دینی کاموں میں شوق ظاہر کرنا قطعاً کہنے والے کی سچائی اور اس کے منہج کی درستی کی دلیل نہیں ہوتا۔

چوتھی بات: جہاں تک کارکنانِ داعش کے حسن اخلاق کی بات ہے تو اس میں کئی پہلو ملحوظ خاطر ہیں:

1۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ تنظیم میں با اخلاق افراد بہت کم ہیں جبکہ فیصلہ اکثریت کو دیکھ کر کیا جاتا ہے۔

---

(29) حاشية السندي على سنن النسائي: 72/1
(30) صحيح البخاري: 5994

2۔ اس دعویٰ کے خلاف بہت سے دلائل موجود ہیں۔ مثلاً: دوسروں سے اپنے آپ کو بڑا سمجھنا، انہیں ذلیل کرنا، ان کی جہالت کا اظہار کرنا اور ان کا مذاق اُڑانا وغیرہ جیسے کام قائدین اور عام کارکنان کی بد اخلاقی کی بہت بڑی دلیل ہے۔

3۔ تنظیم کے بعض کارکنان کی طرف سے تو اس سے بھی سخت اور ہولناک باتیں سامنے آچکی ہیں۔ مثلاً: مخالفین میں سے جو بھی ان کے ہاتھ آیا، اس پر مختلف قسم کے الزام لگا کر، جن میں زیادہ تر غداری اور ارتداد کا الزام تھا، اسے گرفتار کیا، سزائیں دیں اور پھر قتل کر دیا۔ اس طرح ان لوگوں نے مجاہدین اور عوام الناس میں سے تقریباً پانچ ہزار افراد قتل کیے ہیں۔ پھر قتل کے ساتھ انہوں نے مقتولین کو گالیاں دیں، برا بھلا کہا، سفاکانہ مناظر پیش کیے، جسموں کو چیر پھاڑ کر دیا اور ان سے ایسے برے انداز سے چھیڑ چھاڑ کی کہ عام انسان کو دیکھ کر گھن آتی ہے۔ ان سب افعال کے گواہ بھی موجود ہیں اور ویڈیوز بھی دستیاب ہیں۔ اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ عام لوگوں سے حسن اخلاق سے پیش آتے ہیں تو بہترین لوگوں یعنی مجاہدین اور داعی حضرات کے ساتھ یہ تکفیر اور قتل کا معاملہ کرنا کیا بات واضح کرتا ہے؟[31]

4۔ جہاں تک عام لوگوں کی بات ہے جو تنظیم کے خلاف کسی قسم کی کاروائی میں حصہ نہیں لیتے اور نہ ان کے تنظیم کے باغیوں یا الگ ہونے والے مجاہدوں سے تعلقات اور روابط ہیں تو تنظیم ان کے ساتھ اس وقت تک درست رویہ رکھتی ہے جب تک وہ اس کے فرمانبردار رہتے ہیں اور اس کے فیصلوں، منہج، فتاویٰ اور احکام کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ نصیری حکومت کے ماتحت بھی لوگوں کا یہی حال تھا۔ لوگ جب تک نصیری حکومت کے مطیع و فرمانبردار رہتے تھے، حکومت انہیں کسی تنگی و تکلیف اور پریشانی میں مبتلا

---

(31) داعش نے امت کے بہترین لوگوں کو شہید کیا۔ جن کی صلاحیتوں کی وجہ سے کفر کو بہت نقصان پہنچا۔ ابو محمد ھارون، حسان العبود، ڈاکٹر ابو الریان، محمد فارس رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر کئی افغانی مجاہدین کو ذکر کیا جا سکتا ہے۔

نہیں کرتی تھی۔ ایک شخص نے ایسے " انقلاب " اور اس کی وجہ سے آنے والی مشکلات پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ "کم از کم پہلے ہم زندہ تو تھے!"

5۔ لوگوں کی اکثریت ان کے ماتحت ہے اور ان کی مخالفت نہیں کرتی تو اس کا سبب ان کا ڈر اور ان کے شر سے بچاؤ ہے، نہ کہ ان سے راضی خوشی وہ خاموش رہتے ہیں یا ان کے منہج کو پسند کرتے ہیں۔ کیونکہ ان سے پہلے ظالم حکمرانوں کے سامنے بھی وہ ان کی پکڑ اور گرفت کی وجہ سے فرمانبرداری کا اظہار کرتے تھے۔ لہٰذا یہ فرمانبرداری ان ظالموں کے منہج کے صحیح ہونے، اقدامات کے درست ہونے یا ان کے بااخلاق ہونے کی دلیل قطعاً نہیں ہے۔ اس میں ان کے لیے کوئی تعریف وستائش موجود نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا:

«إِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللَّهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ القِيَامَةِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ شَرِّهِ».

اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزِ قیامت سب سے بدتر وہ شخص ہوگا جسے لوگوں نے اس کے شر سے بچنے کے لیے کچھ بھی کہنا چھوڑ دیا ہوگا۔ [32]

لوگوں کے ان سے ڈرنے کی سب سے بڑی دلیل ایک جم غفیر کا تنظیم کے دردناک قبضہ سے ڈر کر اس کے زیر کنٹرول علاقوں سے نکل بھاگنا ہے یا ان علاقوں سے بھی بھاگ جانا ہے جو تنظیم کے کنٹرول میں آسکتے ہیں۔

6۔ اگر حسن اخلاق یا حسن سلوک ہی منہج کی درستی کی دلیل ہے تو کفار میں بھی بہت سے لوگ حسن اخلاق اور حسن سلوک سے پیش آنے والے ہوتے ہیں۔ کیا یہ ان کے بھی منہج کے درست ہونے کی دلیل ہے؟

پانچویں بات: بعض لوگ کچھ مخصوص کام کرنے کو عبادت گزاری، دین پر پابندی اور جہاد کی درستی کا ذریعہ سمجھتے ہیں مثلاً: لمبے بال رکھنا یا مخصوص طریقہ سے لباس پہننا۔ مثلاً: ایسا لباس پہننا جو افغانستان میں معروف ہے، یا پگڑی باندھنا یا کالا رنگ استعمال کرنا وغیرہ۔ یہ اور ان جیسے کام دینداری، جہاد اور منہج کے درست ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

---

(32) صحيح البخاري: 6032

خلاصہ کلام یہ ہے کہ داعش کے کارکنان دیگر لوگوں سے زیادہ عبادت گزار یا اطاعت شعار نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے عقیدہ میں انحراف ہے اور یہ کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہیں۔ مسلمانوں کے حقوق پر ڈاکا ڈالنے والے مجرم ہیں، جس سے دوسرے لوگ بری ہیں۔ اگرچہ ان میں بعض لوگ بہت عبادت گزار اور اطاعت شعار بھی ہیں لیکن اطاعت وعبادت میں محنت منہج کی درستی یا عقیدہ کی سلامتی کی قطعاً دلیل نہیں ہے۔

عبادت و عمل میں محنت صرف خوارج کا ہی طرہ امتیاز نہیں ہے بلکہ بہت سے غیر مسلم بھی اس میدان میں آگے نظر آتے ہیں۔ مثلاً: ہندو سادھو، سکھ، بدھ بھکشو، عیسائی راہب وغیرہ۔ لیکن یہ محنتیں روزِ قیامت انہیں کچھ بھی فائدہ نہ دے سکیں گی کیونکہ عمل کے درست ہونے اور قبول ہونے کی تین شرائط ہیں: اخلاص، توحید اور سنت کی پیروی۔

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ کہا ہے کہ ”اس نے موت اور حیات اس لیے بنائی ہے تاکہ تمہیں آزمائے کہ کون اچھے اعمال کرکے آتا ہے۔“ [الملك: 2] تو اس سے مراد ایسے اعمال ہیں جو خلوص دل سے کیے جائیں اور درست ہوں۔ کسی نے کہا: تھوڑی وضاحت کریں۔ فرمایا: اگر عمل خلوص دل سے تو کیا گیا ہو لیکن درست نہ ہو تو قبول نہیں۔ اگر درست تو ہو لیکن خلوص دل سے نہ کیا گیا ہو تو وہ بھی قبول نہیں۔ خلوص دل کا مطلب ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے ہو اور درست ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سنت کے مطابق ہو۔[33]

---

(33) (حلية الأولياء لأبي نعيم: 95/8)

تیسرا شبہ:

داعش میں مہاجرین کی موجودگی ان کے منہج کی درستگی کی دلیل ہے۔

شبہ کی تفصیل:

مہاجرین نے اپنے گھروں اور اہل خانہ کو فی سبیل اللہ ہجرت اور جہاد کی خاطر چھوڑا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حق پر ہیں اور ان کا منہج صحیح ہے۔ داعش میں ان کی موجودگی اس بات کی دلیل ہے کہ داعش کا منہج بھی صحیح ہے۔

جواب:

پہلی بات: شام کی طرف آنے والوں کو مہاجرین کہنا غلط ہے۔ مہاجر وہ ہوتا ہے جو اپنے دین کی حفاظت کی خاطر کفر و شرک والی جگہ کو چھوڑ کر اسلامی ممالک میں جا بستا ہے۔ ان لوگوں میں یہ خوبی نہیں پائی جاتی۔

ان میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو اسلامی ممالک سے آئے ہوئے ہیں، نہ کہ کافر ممالک سے۔ اور جو کافر ملک سے آیا ہے، وہ بھی اپنے دین کی حفاظت کی خاطر یا کسی تنگی اور تکلیف سے پریشان ہو کر نہیں آیا۔ بلکہ یہاں آنے سے پہلے وہ وہاں پُر امن اور مطمئن زندگی گزار رہا تھا۔

اگر یہ لوگ حقیقی مہاجرین بھی ہوتے، تب بھی صرف ان کی ہجرت سے حق و باطل کے فیصلہ کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ کیونکہ ہجرت کی اصطلاح کا استعمال منہج کے درست ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

دوسری بات: یہ ہجرت کی اصطلاح یعنی اسلامی معاشرہ چھوڑ کر اپنے خود ساختہ دولۃ کی طرف ہجرت کرنا، خوارج کی پرانی اصطلاح ہے۔ اس کے کئی دلائل ہیں جن میں سے چند ذکر کیے دیتا ہوں۔

سعید بن جمھان رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کا غلام خوارج سے جاملا اور خارجی بن گیا تھا (تابعی کہتے ہیں کہ) خوارج سے لڑائی کے دوران ہم نے اسے آواز لگائی، اے ابو فیروز! اے ابو فیروز! ہلاکت ہو تیرے لئے، تم ہماری طرف آجاؤ، تمہارا سردار عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ تو وہ خارجی کہنے لگا: نِعْمَ الرَّجُلُ لَوْ هَاجَرَ "میرا سید اچھا آدمی ہے اگر ہجرت کرتا" (لیکن اس نے تو ہجرت ہی نہیں کی)[34]

اسی طرح شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ خوارج کے بارے میں فرماتے ہیں:
وَإِنَّمَا كَانَ هَذَا لِلْخَوَارِجِ تَمَيَّزُوا بِالْإِمَامِ وَالْجَمَاعَةِ وَالدَّارِ وَسَمَّوْا دَارَهُمْ دَارَ الْهِجْرَةِ وَجَعَلُوا دَارَ الْمُسْلِمِينَ دَارَ كُفْرٍ وَحَرْبٍ.[35]

"یہ خوارج کا وطیرہ رہا ہے کہ وہ امیر، جماعت اور خاص علاقے کے ساتھ اپنے آپ کو دوسروں سے ممتاز کرتے ہیں اور وہ اپنے علاقے کا نام "دار الھجرۃ" رکھتے ہیں اور مسلم علاقوں کو دار الکفر اور دار الحرب بنادیتے ہیں۔"

تیسری بات: داعش کی باتوں میں ہجرت کے بارے میں قرآنی آیات اور احادیث کے فہم اور اسے قابل عمل بنانے میں مبالغہ آرائی ظاہر ہے۔ مثلاً:

مہاجر صحابہ کے بارے میں وارد شرعی نصوص کو داعش میں شامل ہونے والوں پر فٹ کرنا۔ عدنانی اپنے خطاب: «ثم نبتهل فنجعل لعنة الله على الكاذبين» میں مہاجرین کے بارے میں لمبی چوڑی گفتگو کرتا ہے:

---

(34) مسند احمد : (19149) 486/31

(35) مجموع الفتاوى لابن تيمية : 13/35

"اے راہِ حق کی جستجو کرنے والو! تمہارے نبی ﷺ فرما گئے ہیں: "شام کو اپنی پناہ گاہ بنانا۔ کیونکہ یہ اللہ کی بہترین زمین ہے۔ یہاں اللہ کے بہترین بندے اکٹھے ہوں گے۔" شام میں مہاجرین کو دیکھو کہ کس کی صفوں میں کھڑے ہیں؟

اے انصاریو! اپنے رب کے اس فرمان کو غور سے سنو: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ﴾

جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہی اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔ [البقرة: 218]

اس فرمان الٰہی کو بھی کان کھول کر سنو: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور جانوں سے جہاد کیا، اور وہ لوگ جنہوں نے ان (مہاجرین) کو پناہ دی اور ان کی مدد کی، یہ سب ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ [الأنفال: 72]

اے انصار! ان مہاجرین کو پناہ دو کیونکہ رب العالمین کا فرمان عالیشان ہے:
﴿وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِن بَعْدِ مَا ظُلِمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٤١﴾﴾

اور جن لوگوں نے ظلم سہنے کے بعد اللہ کے لئے وطن ترک کیا، ہم انھیں دنیا میں بھی بہت اچھا ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے۔ کاش وہ لوگ جانتے۔ [النحل: 41]

مہاجرین کو پناہ دو، اللہ تعالیٰ نے ان کی ضمانت دی ہے۔

مہاجرین کو پناہ دو، انہیں جگہ فراہم کرو اور ان کی مدد کرو کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ انہیں گمراہ نہیں کرے گا۔

مہاجرین کو پناہ دو کیونکہ مہاجرین وانصار کے بغیر جہاد قائم نہیں رہ سکتا۔"

اس خطاب میں مذکور نصوص شرعیہ کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ تفصیل حسبِ ذیل ہے:

1۔ یہ آیات مہاجر صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی تھیں۔ انہی کے بارے میں نصوصِ شرعیہ وضاحت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان سے راضی ہوگئے ہیں اور جنت و مغفرت ان کا مقدر ہے۔ دوسروں کو بھلا یہ چیز کیسے نصیب ہو سکتی ہے؟

2۔ مہاجر صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل شدہ آیات کو اپنے نام نہاد مہاجروں پر فٹ کرنا اور پھر صحابہ کے بارے میں نازل شدہ احکام و فضائل کو اپنے مہاجروں پر فٹ کرنا اور ان فضائل سے ان کے منہج کے درست ہونے پر استدلال کرنا، جیسے صحابہ کا منہج صحیح تھا، یہ بات بالکل واضح طور پر غلط اور باطل ہے۔

3۔ ان نصوص شرعیہ میں ایسی کوئی بات موجود نہیں ہے کہ اکیلی ہجرت گمراہی سے بچا لیتی ہے اور دیگر اقوال و افعال کے درست ہونے کی دلیل ہے!

چوتھی بات: جہاں تک داعش کا اس بات کو بار بار دہرانے کا تعلق ہے کہ انہوں نے صرف رب تعالیٰ کی خوشنودی کی تلاش میں اور کمزوروں کی مدد کے لیے ہجرت کی ہے۔ اسی طرح ان کا ہجرت کی وجہ سے اپنے منہج کے درست ہونے پر استدلال کرنا دراصل اپنے نفس کی پاکی بیان کرنا اور عام لوگوں اور مجاہدین پر احسان جتلانا، انہیں تکلیف دینا اور ان پر فخر و تکبر کا اظہار ہے۔

حالانکہ ان پر واجب تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کا اعتراف کرتے کہ جس نے انہیں یہ نعمت عطا فرمائی اور اس پر اس کا شکریہ ادا کرتے اور لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو نیچا کرتے۔ دراصل یہی مقبول اور نیک عمل کی نشانی ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ آیت: ﴿يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا ۖ﴾ ”وہ آپ پر یہ احسان دھرتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئے۔“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ”یعنی اس سے مراد وہ بدو اور دیہاتی لوگ ہیں جو اپنے اسلام، فرمانبرداری اور مدد کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان جتلا رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں جواباً کہا: ﴿قُل لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُم ۖ﴾ ”آپ ان

سے کہئے: اپنے اسلام لانے کا مجھے احسان نہ جتلاؤ۔'' کیونکہ اسلام لانے کا فائدہ تمہیں ہی ہو گا۔

اس میں دراصل اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے۔ ﴿بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴿۱۷﴾﴾ ''بلکہ اللہ نے تم پر احسان کیا ہے کہ تمہیں ایمان کی ہدایت دے دی۔ اگر (فی الواقع) تم (اپنی بات میں) سچے ہو۔'' یعنی اپنے اس دعویٰ میں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے غزوہ حنین والے دن انصار سے کہا تھا: ''اے گروہِ انصار! کیا میں نے تمہیں گمراہ نہیں پایا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ تمہیں ہدایت دی؟ تم فرقوں میں بٹے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ تمہیں متحد کر دیا؟ تم تنگدست تھے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے میرے ذریعہ تمہیں مالدار بنا دیا؟ ہر ایک بات کے جواب میں وہ یہی کہتے رہے: یقیناً اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہم پر بہت احسان ہے۔'' (36)

اس آیت کے سبب نزول میں یہ واقعہ ملتا ہے کہ کچھ عربی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! ہم مسلمان ہوگئے ہیں اور ہم نے آپ ﷺ سے لڑائی نہیں کی۔ جبکہ فلاں قبیلے والوں نے آپ سے لڑائی کی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ حقیقی نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس بات کی بھی گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ آپ کے ہمارے طرف کسی قاصد کے بھیجے بغیر ہی ہم آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئے ہیں۔ ہم اپنے پیچھے والوں کے لیے سلامتی کا باعث ہیں تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت نازل فرمادی۔ (37)

یہ بات یاد رہے کہ شام میں دیگر جہادی تنظیموں میں بھی بہت سے غیر شامی مجاہدین موجود ہیں۔ ان کا رویہ بہت اچھا ہے اور کسی کو بھی انہوں نے تکلیف دی ہے، نہ کسی پر ظلم کیا ہے۔

---

(36) تفسير ابن كثير: 390/7

(37) لباب النقول في أسباب النزول: 182/1

خلاصہ کلام یہ ہے کہ داعش یا کسی اور تنظیم میں اگر کوئی جہاد فی سبیل اللہ کی نیت سے شامل ہوتا ہے تو اسے مہاجر کہنا درست نہیں۔ اگر لغت کے اعتبار سے اسے مہاجر مان بھی لیا جائے تو بھی اکیلی ہجرت کا منہج کے صحیح ہونے اور عمل کے درست ہونے پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

چوتھا شبہ:

دشمنوں کی کثرت منہج کی درستگی کی دلیل ہے

شبہ کی تفصیل:

داعش کے دشمن بہت زیادہ ہیں۔ تمام کفار، غدار حکمران اور ان کے ایجنٹ اس پر جھپٹ پڑنے کو تیار بیٹھے ہیں۔ یہ سب کچھ اس کے منہج کے صحیح ہونے، طریقہ کار کے درست ہونے اوراس کے مخالفین کے ناحق پر ہونے کی دلیل ہے۔ اگرچہ داعش کے افراد تعداد میں کم ہیں، لیکن وہ انہیں نقصان نہیں دے سکتے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:﴿وَاِنۡ تُطِعۡ اَكۡثَرَ مَنۡ فِى الۡاَرۡضِ يُضِلُّوۡكَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ؕ﴾

اگر آپ زمین میں بسنے والوں کی اکثریت کے کہنے پر چلیں گے تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بہکا دیں گے۔[الأنعام: 116]

دوسرے مقام پر فرمایا:﴿وَمَاۤ اَكۡثَرُ النَّاسِ وَلَوۡ حَرَصۡتَ بِمُؤۡمِنِيۡنَ﴿۱۰۳﴾﴾

اور آپ خواہ کتنا ہی چاہیں، ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں۔[یوسف: 103]

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: ”آپ کے خیال میں اس پُر فتن دور میں حق کہاں ہے؟“ تو انہوں نے فرمایا: ”اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کے تیروں کو دیکھتے رہو۔ وہ جہاں لگیں، سمجھ لینا کہ حق وہیں ہے۔“

جواب:

پہلی بات: ”دشمنوں کی کثرت منہج کی درستی کی دلیل ہے۔“ من گھڑت اور خانہ ساز مقولہ ہے۔ شریعت میں اس کی کوئی بنیاد موجود نہیں ہے۔ مخالفین کی کثرت کا کوئی اعتبار نہیں۔ بلکہ کسی شخص کی بذات خود حق سے موافقت معتبر ہوتی ہے۔

وگرنہ اولین خوارج تو بالکل حق پر ہوتے کیونکہ ان کے مخالفین میں جمہور امت یعنی صحابہ، تابعین، بنو امیہ اور سارے مسلمان تھے۔ اسی طرح دیگر بدعتی گروہوں مثلاً: معتزلہ اور جہمیہ وغیرہ کا بھی معاملہ اسی طرح ہے۔

بلکہ یہ تو تاریخ میں گزرے مشہور سرکشوں کی دلیل بنتی جن سے ساری انسانیت نے جنگ کی ہے۔

اگر کوئی کہے کہ خوارج، جہمیہ اور معتزلہ وغیرہ کے تو عقائد ہی خراب تھے تو ہم کہیں گے: یہی تو تمہارے سابقہ موقف کی تردید ہے۔ لہٰذا عقیدہ و منہج کو دیکھنا ضروری ہے اور صرف دشمنوں کی کثرت منہج کی درستی کی دلیل نہیں ہے۔

دوسری بات: شریعت کا حکم ہے کہ مسلمانوں کی جماعت سے جڑے رہو اور ان سے کسی بھی عقیدہ، قول اور عمل میں علیحدہ نہ رہو۔ اسی وجہ سے اہل سنت کی خصوصیت ہے کہ وہ حق پر اکٹھے رہتے ہیں، جماعت سے چمٹے رہتے ہیں اور اس سے جدا نہیں ہوتے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حق جماعت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس بارے میں شرعی نصوص حسبِ ذیل ہیں:

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاۗءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ﴾

اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر اس وقت کی جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی تو تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے۔[آل عمران: 103]

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ١١٥؀ۧ﴾

مگر جو شخص راہ راست کے واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مومنوں کی راہ چھوڑ کر کوئی اور راہ اختیار کرے تو ہم اسے ادھر ہی پھیر دیتے ہیں جدھر کا خود

اس نے رخ کر لیا ہے، پھر ہم اسے جہنم میں جھونک دیں گے جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔ [النساء: 115]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تمہاری تین باتوں سے راضی ہوتا ہے اور تین باتوں کو ناپسند کرتا ہے۔ جن باتوں سے راضی ہوتا ہے، وہ یہ ہیں کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور اللہ کی رسی کو مل کر تھامے رہو اور متفرق نہ ہو۔ اور تم سے جن باتوں کو ناپسند کرتا ہے وہ فضول اور بیہودہ گفتگو، سوال کی کثرت اور مال کو ضائع کرنا ہیں۔" (38)

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: " دوسرے صحابہ کرام تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کے متعلق سوال کیا کرتے تھے لیکن میں شر کے بارے میں پوچھتا تھا اس خوف سے کہ کہیں میں ان میں پھنس نہ جاؤں۔

تو میں نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یارسول اللہ! ہم جاہلیت اور شر کے زمانے میں تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ (اسلام کی) خیر و برکت عطا فرمائی، اب کیا اس خیر کے بعد پھر شر کا کوئی زمانہ آئے گا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ہاں

میں نے سوال کیا: اور اس شر کے بعد پھر خیر کا کوئی زمانہ آئے گا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، لیکن اس خیر پر کچھ دھواں ہو گا۔

میں نے عرض کیا: وہ دھواں کیا ہو گا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ: ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو میری سنت اور طریقے کو چھوڑ کر دوسرے طریقے اختیار کریں گے۔ ان میں کوئی بات اچھی ہو گی، کوئی بری۔

میں نے سوال کیا: کیا اس خیر کے بعد پھر شر کا کوئی زمانہ آئے گا؟

---

(38) صحیح مسلم: 1715

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، جہنم کے دروازوں کی طرف بلانے والے پیدا ہوں گے، جو ان کی بات قبول کرے گا اسے وہ جہنم میں جھونک دیں گے۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان کے اوصاف بھی بیان فرمادیجیے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: وہ لوگ ہماری ہی قوم و مذہب کے ہوں گے۔ ہماری ہی زبان بولیں گے۔

میں نے عرض کیا: پھر اگر میں ان لوگوں کا زمانہ پاؤں تو میرے لیے آپ کا حکم کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑنا۔

میں نے عرض کیا: اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت نہ ہو اور نہ ان کا کوئی امام ہو تو پھر کیا کریں؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: پھر ان تمام فرقوں سے اپنے آپ کو الگ رکھنا۔ اگرچہ تجھے اس کے لیے کسی درخت کی جڑ چبانی پڑے، یہاں تک کہ تجھے موت آجائے اور تو اسی حالت پر ہو (تو یہ تیرے حق میں ان کی صحبت میں رہنے سے بہتر ہو گا)۔" [39]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے جو شخص جنت کا بہترین ٹھکانہ چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ جماعت کو لازم پکڑے، کیونکہ اکیلے آدمی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور دو سے دور ہوتا ہے۔" [40]

مسلمانوں کی جماعت سے مراد: ان کا بڑا گروہ اور جماعت جو سنت کو تھامے ہوئے ہو چاہے وہ دنیا کے کسی کونے سے بھی تعلق رکھتے ہوں یا یہ کسی مسلمان حکمران کے ماتحت اکٹھے ہوں۔

جماعت کی تعیین میں اہل علم کے مختلف اقوال ہیں۔ امام شاطبی نے "الاعتصام" نے ان سب اقوال کا خلاصہ لکھا ہے جو جامع معلوم ہوتا ہے۔

---

(39) صحيح البخاري: 3606، صحيح مسلم: 1847

(40) مسند أحمد: 114

خلاصہ درج ذیل ہے:

① مسلمانوں کا بڑا گروہ

② علماء و مجتہدین اماموں کی جماعت

③ خصوصاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت

④ مسلمانوں کی جماعت جب وہ کسی معاملہ میں ایک ہی رائے رکھتے ہوں۔

⑤ مسلمانوں کی جماعت جب وہ کسی ایک امیر پر متفق ہوں۔

غالباً یہ اختلاف اقسام کا اختلاف ہے۔ تضاد سے بھرپور اختلاف نہیں۔ اصلاً ان میں دو باتیں مشترک ہیں:

① یہ لوگ اس عقیدہ، قول اور عمل کے حامل ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا۔ جس میں کسی مسلمان کے لیے اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

② یہ اتحاد کسی مسلمان حکومت، معروف میں اس کی اطاعت اور حکومتی معاملات میں اس سے عدم تنازع پر مبنی ہو جب تک اس سے واضح کفر کا ارتکاب ہوتا ہوا نظر نہ آئے۔

سو اگر مسلمانوں کے موجودہ حالات کا جائزہ لیا جائے تو علماء وفقہاء بلکہ مسلمان عوام کی اکثریت بھی داعش کے افکار و نظریات اور اعمال کی مخالف ہے۔ لہٰذا داعش قولاً، فعلاً اور اعتقاداً مسلمانوں کی جماعت کے خلاف ہے۔

تیسری بات: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ لوگ مجموعی طور پر خراب اور گمراہ ہو چکے ہیں۔ شرعی طور پر ہمیں حق کو تھامنے کا حکم ہے، اگرچہ وہ ایک شخص کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو۔

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انھوں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والے شر کے بارے میں پوچھا اور سوال کیا: ”پھر اگر میں ان لوگوں کا زمانہ پاؤں تو میرے لیے آپ کا حکم کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑنا، میں نے عرض کیا اگر مسلمانوں کی کوئی

جماعت نہ ہو اور نہ ان کا کوئی امام ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر ان تمام فرقوں سے اپنے آپ کو الگ رکھنا۔ اگرچہ تجھے اس کے لیے کسی درخت کی جڑ چبانی پڑے، یہاں تک کہ تجھے موت آجائے اور تو اسی حالت پر ہو (تو یہ تیرے حق میں ان کی صحبت میں رہنے سے بہتر ہو گا)۔" (41)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "جماعت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق ہو، اگرچہ تم اکیلے ہی ہو۔" (42)

امام ابو شامہ المقدسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جہاں بھی جماعت کو لازم پکڑنے کا حکم آیا ہے تو اس سے مراد حق کو لازم پکڑنا اور اس کی اتباع ہے، اگرچہ اسے تھامنے والے بہت تھوڑے ہوں اور مخالفین بہت زیادہ۔" (43)

ایک جگہ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے: "جماعت وہی ہے جو رب تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہو۔" پھر لکھا: "لوگ کہتے ہیں کہ جو علیحدہ ہو گا، اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں ڈال دیں گے۔ ان اختلاف کرنے والوں نے بات کو سمجھا نہیں کہ علیحدہ وہ ہوتا ہے جو حق کی مخالفت کرتا ہے اگرچہ ایک کے علاوہ تمام لوگ حق کی مخالفت کر رہے ہوں تو وہ سارے شاذ (علیحدہ) ہیں۔ احمد بن حنبل کے زمانہ میں تمام لوگ شاذ تھے سوائے چند لوگوں کے۔ اس وقت وہی جماعت تھے۔ اس وقت قاضی، مفتی، خلیفہ اور اس کے پیروکار، سب کے سب شاذ تھے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اکیلے ہی جماعت تھے۔" (44)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے ساتھی اہل سنت کے عقیدہ پر تھے اور آپ کے مخالفین اپنی کثرت کے باوجود معتزلی عقائد کو اپنائے ہوئے تھے۔ لہٰذا حق کی پہچان کے لیے معیار اس جماعت کے عقیدہ کے موافقت ہے جس پر صحابہ، تابعین اور ائمہ کرام تھے، جو

---

(41) صحيح البخاري: 3606، صحيح مسلم: 1847
(42) شرح أصول اعتقاد أهل السنة: 121/1
(43) الباعث على إنكار البدع والحوادث: 22/1
(44) إعلام الموقعين: 308/3

دین میں بدعت اور تفرقہ بازی کو پروان چڑھانے سے سلامت رہے۔ چاہے ان کی تعداد تھوڑی تھی یا زیادہ۔

سوال تو یہ ہے کہ وہ شرعی نصوص یا سلف صالحین کے اقوال کہاں ہیں جو داعش کے عقائد یا اعمال کی حمایت میں ہیں؟ جبکہ داعش کے خلاف یہ چیزیں اس کتاب میں موجود ہیں۔

اس کے ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ عمومی طور پر حق کثرتِ تعداد کے ساتھ ہوتا ہے جیسا کہ پیچھے وضاحت گزر چکی ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہوا، وہ بہت کم ہے اور وہ بنیاد نہیں ہے۔ جبکہ داعش نے اسے ہی بنیاد بنا لیا ہے اور اسی کی بناء پر دوستی اور دشمنی کی جا رہی ہے اور اسی کے ذریعہ منہج جانا جاتا ہے۔

چوتھی بات: اس مسئلہ میں ایک غلطی یہ بھی کی جاتی ہے کہ کثرت کی مذمت والی نصوص سے غلط استدلال کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر درج ذیل نصوص سے یہ استدلال کرنا کہ حق لوگوں کی اکثریت کے ساتھ نہیں ہوتا، بلکہ ہمیشہ تھوڑے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ مثلاً:

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ۝۲۴۳﴾

اور اللہ تو یقیناً لوگوں پر بڑا افضل کرنے والا ہے لیکن لوگوں کی اکثریت ایسی ہے جو اللہ کا شکر ادا نہیں کرتی۔ [البقرة: 243]، [غافر: 61]

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۝۱۸۷﴾

مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔ [الأعراف: 187]

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ۝۱﴾

اور جو کچھ آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ عین حق ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس بات پر ایمان نہیں لاتے۔ [الرعد: 1]

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ۝۱۰۳﴾

اور آپ خواہ کتنا ہی چاہیں، ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں۔
[یوسف: 103]

فرمان باری تعالیٰ ہے:﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۡ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴾

ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر طرح کی مثال کو مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے مگر اکثر لوگوں نے اسے تسلیم نہ کیا پس کفر ہی کرتے گئے۔[الإسراء: 89]

فرمان الٰہی ہے:﴿وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ﴾

اور میرے بندوں میں سے کم ہی شکر گزار ہوتے ہیں۔[سبأ: 13]

ان نصوص سے یہ استدلال کرنا کہ مطلق طور پر حق لوگوں کی اکثریت کے ساتھ نہیں ہوتا، غلط ہے۔ان آیات میں ایسی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ ان آیات میں اصلاً مسلمانوں کی بات نہیں ہورہی۔ بلکہ یہ تو عمومی لوگوں کے بارے میں ہے اور اصلاً یہ غیر مسلموں کے بارے میں ہے۔ کیونکہ ان میں لفظ «الناس» استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ بقیہ نصوص میں ہے جن میں مؤمنوں اور کافروں سب سے خطاب کیا گیا ہے۔ان میں اشارہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتی اور اکثریت جہنمی ہے۔ لہٰذا انسان کو حق یعنی اسلام کے خلاف کثرت سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کے دن سب سے پہلے آدم علیہ السلام کو پکارا جائے گا۔ پھر ان کی نسل ان کو دیکھے گی تو کہا جائے گا کہ یہ تمہارے بزرگ دادا آدم ہیں۔ (پکارنے پر) وہ کہیں گے: حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اپنی نسل میں سے دوزخ کا حصہ نکال لو۔ آدم علیہ السلام عرض کریں گے: اے پروردگار! کتنوں کو نکالوں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: سو میں سے ننانوے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جب ہم میں سو میں سے ننانوے نکال دیئے جائیں تو پھر باقی کتنے رہ جائیں گے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمام امتوں میں میری امت اتنی ہی تعداد میں ہو گی جتنے سیاہ بیل

کے جسم پر سفید بال ہوتے ہیں۔" [45] جہاں تک مسلمانوں کے بارے میں گفتگو کا تعلق ہے اور حق و باطل کی پہچان کا معاملہ ہے تو اس بارے میں جماعت کو لازم پکڑنے کی بات کی گئی ہے جیسا کہ تفصیل سے گزر چکا ہے۔

پانچویں بات: جہاں تک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب قول کا تعلق ہے تو یہ دلیل درج ذیل وجوہات کی بناء پر صحیح نہیں۔

1۔ یہ قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت نہیں اور نہ کسی اور اہل علم سے ثابت ہے۔ بلکہ یہ ایسی اُڑتی اُڑتی بے بنیاد بات ہے۔

2۔ یہ قول سابقہ نصوص اور اقوال کے خلاف ہے۔

3۔ اگر اسے صحیح تسلیم کر بھی لیا جائے تو یہ مطلق قاعدہ نہیں ہو گا، بلکہ شریعت کی موافقت کی قید لازمی ہو گی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جماعت وہی ہے جس پر امت کے جمہور اور سارے علماء ہوں جو حق پر اکٹھے ہوں اور سنت سے چمٹے ہوئے ہوں۔ اس جماعت کی پہچان کا معیار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور عقیدہ و عمل میں ان کی پیروی کرنے والے تابعین اور اہل علم کی سیرت ہے۔

مخالفین کی کثرت کو معیارِ حق سمجھنا باطل اور من گھڑت معیار ہے۔

---

(45) صحيح البخاري: 6529

پانچواں شبہ:

داعش دشمنوں کا مقابلہ کرتی ہے اور فتح یاب ہوتی ہے۔

شبہ کی تفصیل:

داعش رافضیوں، نصیریوں اور امریکیوں سے لڑتی ہے۔ اس میدان میں اسے اتنی فتوحات ملی ہیں کہ ان کا انکار ممکن نہیں۔ اسی نے نصیریوں کو کمزور کیا اور انہیں شکست سے دوچار کیا اور افغانستان میں تو افغان طالبان نے اُلٹا ان سے لڑائی شروع کررکھی ہے۔ تم کیسے کہتے ہو کہ یہ صرف مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہو کہ خوارج مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو کچھ نہیں کہیں گے؟ حالانکہ انہوں نے رافضیوں، نصیریوں اور امریکیوں سے قتال ترک نہیں کیا۔ پھر کیا ان کی فتوحات ان کے سچے مجاہد ہونے کی دلیل نہیں ہیں؟

جواب:

پہلی بات: اس شبہ کی بنیاد نبی کریم ﷺ کے مذکورہ فرمان کو صحیح طور پر نہ سمجھنے پر ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ خوارج غیر مسلموں سے قتال کو آخر پر رکھتے ہیں یا بالکل ترک کر دیتے ہیں، حالانکہ یہ بات شرعی طور سے درست ہے، نہ واقعاتی طور سے۔

شرعی اعتبار سے اس طرح کہ حدیث کا مطلب ہے کہ جب قتال کا رُخ بت پرستوں اور کفار کی طرف ہونا چاہیے تب وہ صرف مسلمانوں سے قتال کرتے ہیں۔ سو اگر مستحق سے رُخ پھیر کر غیر مستحق کی طرف کر دیا جائے تو یہ اس موقع پر ان سے قتال ترک کرنے کے ہی مترادف ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٥﴾ وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ﴾

کیا تم اہل عالم میں سے مردوں کے پاس جاتے ہو؟ اور تمہارے پروردگار نے تمہارے لئے جو بیویاں پیدا کی ہیں، انہیں چھوڑ دیتے ہو؟[الشعراء: 166 - 165]

یہاں یہ بات خود بخود سمجھ میں آتی ہے کہ انہوں نے اپنی بیویوں سے تعلقات بالکل ختم نہیں کیے تھے کیونکہ اگر ایسا کرتے تو ان کی نسل آگے نہ بڑھتی۔ لیکن چونکہ وہ لوگ اپنی شہوت کو پورا کرنے کے لیے اپنی بیویوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس جاتے تھے تو اس اعتبار سے گویا وہ اپنی بیویوں کو چھوڑنے والے تھے۔

یا جس طرح شادی شدہ زانی سے کہا جاتا ہے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ ذریعہ کو چھوڑ کر حرام کو اپناتے ہو؟

تو جس وقت وہ حلال کو چھوڑ کر حرام کام کرتا ہے تو اس وقت اسے حلال کو چھوڑنے والا کہا جاتا ہے حالانکہ وہ حلال کو بالکل ہی ترک نہیں کر چکا ہوتا۔

اسی وجہ سے علماء نے اس حدیث سے یہ مفہوم اخذ نہیں کیا کہ خوارج کفار سے بالکل بھی قتال نہیں کریں گے۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وَصَارُوا يُقَاتِلُونَ إِخْوَانَهُمُ الْمُؤْمِنِينَ بِنَوْعٍ مِمَّا كَانُوا يُقَاتِلُونَ بِهِ الْمُشْرِكِينَ وَرُبَّمَا رَأَوْا قِتَالَ الْمُسْلِمِينَ آكَدُ وَبِهَذَا وَصَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَوَارِجَ حَيْثُ قَالَ: «يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدْعُونَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ». (46)

"جس طرح خوارج کفار سے لڑیں گے، اسی طرح اپنے مؤمن بھائیوں سے بھی لڑیں گے اور بعض اوقات تو ان کے نزدیک مسلمانوں سے لڑائی زیادہ ضروری ہوگی۔ اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ " مسلمانوں سے لڑیں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔"

(46) الفتاویٰ الکبریٰ: 360/6

ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ خوارج مسلمانوں اور کفار دونوں سے لڑتے ہیں۔
جس طرح وہ کفار کو قتل کرنا جائز سمجھتے ہیں، اسی طرح مسلمانوں کو قتل کرنا بھی حلال سمجھتے ہیں۔ اسے بھی وہ جہاد گردانتے ہیں، بلکہ ان کے نزدیک مسلمانوں سے قتال زیادہ ضروری ہے کیونکہ وہ انہیں کافر اور مرتد سمجھتے ہیں۔

واقعاتی اعتبار سے اس طرح کہ تاریخ میں ہمیں ملتا ہے کہ خوارج ہمیشہ مسلمانوں اور کفار دونوں سے لڑتے رہے ہیں۔ لیکن مسلمانوں سے ان کی لڑائی زیادہ، سخت، نقصان دہ اور عقیدۂ تکفیر کے زیر اثر ہوتی ہے۔

پھر نبی کریم ﷺ کے فرمان: "وہ قتل کریں گے" میں ان کے مسلمانوں سے بغاوت اور ان کے قریب اور گھلا ملا ہونے کی وجہ سے ان پر غالب آنے کی طرف اشارہ ہے۔ بعض اوقات مسلمانوں نے انہیں پُر امن گروہ سمجھا یا ان کی ظاہری حالت سے دھوکا کھا گئے تو یہ ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ہر زمانہ میں خوارج مسلمانوں پر غلبہ پا کر بغیر کسی ہچکچاہٹ کے انہیں قتل کرتے رہے ہیں جیسے انہوں نے عبد اللہ بن خباب بن ارت اور ان کے اہل وعیال کے ساتھ کیا۔ اہل کتاب سے یہ صلح کرتے ہیں اور ان کے بارے میں اللہ کے ذمہ اور رسول اللہ ﷺ کی وصیت کا خیال رکھتے ہیں۔[47]

دوسری بات: داعش کا انحصار اپنے وجود، اعمال اور فتوحات کا دائرہ وسیع کرنے اور اپنے پیشہ ورانہ میڈیائی کاموں کے ذریعہ ڈرانے پر ہے۔ جو بہت سی نفسیاتی بنیادوں پر کھڑا ہے۔

داعش اسلامی سلطنت اور خلافت کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کی باتوں کے ذریعہ جذبات سے کھیلتی ہے۔ اس کی توجہ اس طرف ہے کہ اسے جہادی میدان میں سب

---

(47) اس بارے میں داعش کا تضاد ملاحظہ ہو: انہوں نے ایک ویڈیو جاری کی جس میں اپنی ہم فکر جماعت جبهة النصره کے ایک کارکن کو قتل کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے کیونکہ ان کے بقول وہ ان کے ہاتھ توبہ کرنے سے پہلے آگیا تھا، اس لیے اس کی توبہ قبول نہیں کی گئی۔ جبکہ ایک اور ویڈیو میں انہوں نے ایک نصیری کو قید کرنے کے بعد اس کی توبہ قبول کرنے کا اعلان کیا۔ اور یہ معاملہ کئی دفعہ سامنے آچکا ہے۔

سے بڑی تنظیم گردانا جائے۔ مخالفین پر حملہ کرنے، انہیں گرانے، ان پر انواع واقسام کے الزامات لگانے اور ان کے حجم اور فتوحات کو چھپانے کے باوجود یہ اکیلی ہی شرعی جہاد کر رہی ہے۔ تاکہ سامعین کے دلوں میں یہ بات پختہ ہو جائے کہ ان کے علاوہ اور کوئی لڑ ہی نہیں رہا۔[48]

اسی طرح بڑی پختگی کے ساتھ بڑے بڑے الفاظ کا استعمال، مثلاً: اسلامی سلطنت یا خلافت اور اسی طرح سابقہ عروج کے دور کی اصطلاحات مثلاً: گورنر اور بیت المال وغیرہ کا استعمال۔ اس کے علاوہ اپنے زیر کنٹرول علاقوں میں قواعد وضوابط کی ایسی شبہ سے بالاتر مثالی تصویر کھینچنا کہ جس سے خوشحالی اور دین کی سربلندی نظر آئے۔

اسی طرح ایسی چیزیں نشر کرنا جن سے طاقت اور سختی کا اظہار ہو اور مخالفین کے دلوں میں رعب بیٹھ جائے، مثلاً: انسانوں کو ذبح کرنے کی ویڈیوز، کٹے ہوئے سر، بمباری کے مناظر جن سے ان کی اصل قوت اور حجم سے بالکل مختلف تاثر ملتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ اپنی مصنوعات کے نام ایسے زور دار رکھتے ہیں کہ جن سے دل دہل جاتے ہیں، مثلاً: «فشرد بهم من خلفهم» ”ان (پرکاری ضرب) کے ذریعہ ان کے پشت پناہوں کو بھگا دو۔“

اس کے بالمقابل اسے کتنی شکستوں اور نقصانات کا سامنا کرنا پڑا ہے، اس کا نام بھی نہ لو۔ اگر کبھی غلطی سے زبان پھسل بھی جائے تو فوراً یہ کہہ کر کہ ”جنگ توڈول کی طرح ہوتی ہے“ نو دو گیارہ ہو جاؤ۔

---

(48) اگر شام میں جہاد کے دوران نصیریوں کے ہونے والے نقصان کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ داعش کے ظہور سے پہلے جہادی تنظیمیں 70000 فوجیوں کو مار چکی تھیں جن میں 30000 نصیری تھے۔ 3700 ٹینک اور دیگر عسکری ہتھیار تباہ کر چکے تھے۔ 100 طیارے مار گرائے تھے۔ اس کے علاوہ بہت سے اعلیٰ افسران اور جنگی محاذ الٹ چکے تھے۔

جبکہ داعش نے آغاز سے ہی انہی علاقوں کے باشندوں سنی مجاہدین کے خلاف محاذ آرائی شروع کر دی اور جو نصیریوں کو نقصان پہنچاتے ہوئے فتوحات ہو چکی تھیں اسے بھی اپنے کیے گئے کام میں شامل کرنے لگی حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے داعش نے تو بمشکل 6000 سے کچھ زائد فوجی مارے ہوں گے۔ اب آپ خود ہی اندازہ لگالیں کہ زیادہ فتوحات کسے حاصل ہوئی ہیں؟

اسی میڈیائی سیاست کے ذریعہ تنظیم سینکڑوں لوگوں خصوصاً نوجوانوں کو اپنی طرف مائل کرنے میں کامیاب ہوچکی ہے۔ اسی چیز کو دیکھتے ہوئے وہ داعش کا دفاع کرتے اور اس کا پیغام عام کرتے ہیں جس سے عام لوگوں میں اس کے حجم، مددگاروں اور پیروکاروں کی تعداد کے بارے میں غیر حقیقی باتیں پھیل رہی ہیں۔[49]

تیسری بات: داعش کا انحصار آسانی سے قابو میں آنے والے اور حکومتی کنٹرول سے باہر علاقوں میں چستی دکھانے اور اپنے وجود کو برقرار رکھنے کی پالیسی پر ہے جس سے اس کا وجود مضبوط اور فتوحات آسان ہو جاتی ہیں۔

عراق میں داعش کا وجود صرف سنی علاقوں میں ہے۔ یہ وہی علاقے ہیں جو داعش کے ظہور سے سالوں پہلے سے عملی طور پر جہادی تحریک اور بڑی سنی مزاحمت کا گڑھ ہیں۔ داعش کو چاہیے تھا کہ اس جہادی تحریک اور مزاحمت کو شیعی علاقوں تک وسعت دیتی، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا یا پھر اس کے اندر ایسا کرنے کی استطاعت ہی نہیں۔

یہی حال شام میں ہے کہ جن علاقوں میں داعش کے ظہور کرنے سے پہلے ہی آزادی کی تحریکیں چل رہی تھیں، انہی علاقوں میں داعش نے سر اٹھایا اور مختلف محاذوں پر مجاہدین کو دھوکا دے کر خود قبضہ کر لیا جیسے رقہ اور دیر الزور کے علاقہ میں کیا جو کہ عراقی بارڈر کے قریب ہیں۔ یہ عمل دوسروں کی قیمت پر توسیع پر مبنی موقع پرستی اور اس عمل میں شریک یا سبقت لے جانے والوں سے جان چھڑانے کی نمائندگی کرتا ہے۔ جبکہ اس کا اعلان

---

(49) اسی طرح کا ایک دھوکا یہ بھی ہے کہ داعش نے عراق وشام کا بہت سا علاقہ اپنے زیر کنٹرول کر لیا ہے اور مکمل عراق اور شام پر قبضہ جمانے میں تھوڑا سا وقت لگے گا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جو نقشہ انہوں نے پیش کیا ہے، اس کا زیادہ تر حصہ بے آباد صحراؤں پر مشتمل ہے۔ جس پر قبضہ برقرار رکھنے کے لیے داعش کے پاس کوئی لائحہ عمل نہیں ہے بلکہ اب تو داعش کی پسپائی کے دن گنے جا چکے ہیں دن بدن قدم بقدم شکست سے دوچار ہے، جتنا علاقہ یہ لوگ دکھاتے ہیں اس میں تقریبا ایک تہائی ریگستان باقی بچا ہے جس میں ابھی ان سے مقابلہ جاری ہے۔

یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ عمل زمین کو فسادیوں سے پاک کرنے اور سچے مجاہدین کو اقتدار بخشنے کے وعدۂ الٰہی کا اظہار ہے۔

دوسری تنظیموں کو شکست دینے کے بعد ان کے کارکنان کو پیش کش کی جاتی ہے کہ ہمارے اندر شامل ہو جاؤ۔ اس طرح شکست خوردہ فرد کو اپنا اعتبار بحال کرنے اور ایک طاقتور تنظیم کا حصہ بننے کا موقع مل جاتا ہے جس سے تنظیموں کے کارکنان کی تعداد بڑھ جاتی ہے اور اس سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ بندہ تنظیم کو بہت پسند کرتا ہے اور اس کے منہج سے راضی ہے۔

جہاں تک داعش کی فتوحات کی بات ہے تو تنظیم نے ابھی تک اپنے کھاتے میں جن فتوحات کو ڈالا ہوا ہے، مثلاً: عراق میں چند جیلوں کو توڑنا اور شام کے شہر رقہ کے تین ایئرپورٹس پر قبضہ تو ان کے حصول کی کیفیت ایک عارضی تھی جو کہ اب تنظیم کے پاس نہیں رہے۔

چوتھی بات: جہاد افغانستان میں جب روس نے شکست کھائی اور پھر امریکہ نے بشمول نیٹو اتحاد 14 سال مجاہدین کے جہاد اور انتھک محنت کے بعد شکست کھائی تو کفار نے ایک خطرناک منصوبہ تیار کیا جو ہیلری کلنٹن اور اوبامہ نے خود طے کیا، جلال آباد میں رہنے والے افغانی وزیر حاجی عبد الظاہر ولد حاجی عبد القدیر نے کھل کر یہ بات کی کہ افغانستان میں امریکہ کے ساتھ افغانی خفیہ ادارہ "خاد" اور NDS بھی داعش کو سپورٹ کر رہا ہے۔

ایک عجیب بات یہ کہ ملا عمر مجاہد نے اپنی حکومت خود ان کے لیے ختم کر دی لیکن آج وہ لوگ داعش بن کر امارات اسلامیہ پر کفر وارتداد کا فتوی لگاتے ہیں پھر امریکہ اور نیٹو کی بجائے افغان طالبان کیخلاف لڑتے ہیں اور بے دردی سے عام عوام کو شہید کرتے ہیں جیسا کہ جلال آباد میں دس افراد کو بموں پر بٹھا کر اڑا دیا تھا جن میں بزرگ بھی شامل تھے، اور لوگوں کے دلوں میں دہشت پیدا کرنے کیلئے عام لوگوں کو مختلف طریقوں سے قتل کرتے ہیں جو کہ کسی سے بھی مخفی نہیں ہیں۔ حتی کہ پرانے جہادی کمانڈروں پر کفر کا فتوی لگا کر شہید کیا اور وہ مجاہدین جنہوں نے کل امریکا کیخلاف وسائل کی کمی کے باوجود اپنی قربانی پیش کی تھی

ان کو بھی ان خوراج نے بے دردی سے شہید کیا پھر وڈیو بنا کر انٹرنیٹ پر اسکی تشہیر کی۔ والعیاذ باللہ العظیم

اعتراض: پہلے امارت اسلامیہ افغانستان نے داعش کیخلاف جہاد کا اعلان کیا تھا، جس کا دعوی داعش کے مفتی جلال الدین نے کیا کہ ہم تو امریکا پر حملے کیلیئے نکلے تھے مگر امارت اسلامیہ نے ہم پر حملے کر کے ہم کو مصروف کر دیا۔

جواب: دراصل یہ داعش کا سراسر الزام ہے کہ امارت اسلامیہ نے داعش پر حملوں کی شروعات کیں، بلکہ پہل خود داعش نے کی تھی۔ ملاحظہ ہو؛

افغانستان میں داعش کے وجود سے پہلے ان کے سابقہ ترجمان ابو محمد العدنانی نے بیان دیا اور پھر خراسان میں اپنے لیڈروں کا انتخاب کرتے ہوئے والی خراسان حافظ سعید خان اور بطور معاون و نائب والی خراسان خادم عبدالروف ابو طلحہ کا تعین کیا تو انہوں نے افغانیوں کو مخاطب کر کے کہا: "قاتلتم الروس و الإنجليز والإمريكان و أمامكم قتال جديد" "تم نے روس، انگریز اور امریکیوں سے قتال کیا ہے لیکن اب تمہارے سامنے ایک نیا محاذ جنگ ہے۔" جس سے مراد امارات اسلامی افغانستان کیخلاف واضح اعلان جنگ کیا۔

پھر انہوں نے امارت اسلامی افغانستان پر کفر وارتداد اور طاغوت کا ایجنٹ ہونے کا فتوی جاری کر دیا حالانکہ امارت اسلامیہ والے ان پر خوارج کا فتوی دینے پر احتیاط کرتے تھے اسی دوران ملا اختر منصور نے امارت اسلامی افغانستان کی جانب سے داعشی کے لیڈر ابو بکر البغدادی کو ایک کھلا خط لکھا گیا، جس میں انہوں نے داعش کو صاف الفاظ میں کہا کہ افغانستان میں آکر تفرقہ بازی پیدا کرنے کے لئے آپ کی کوئی جگہ نہیں ہے۔

پھر داعش کا پاکستان کے مختلف علاقوں میں حملوں کی ذمہ داری قبول کرنا، بالا آخر بلوچستان میں وکلاء پر خودکش حملہ کرنا اور پولیس ٹرینگ سینٹر اور خضدار ایک عوامی میلے پر حملوں کی ذمہ داری قبول کی تو واقعتا یہ تنظیم داعش اس حدیث کا مصداق بن چکی ہے کہ «يَقْتُلُونَ أَهْلَ الإِسْلَامِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الأَوْثَانِ».

"مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو کچھ نہیں کہیں گے۔"[50]

اس کے برعکس ہندوستان میں ایک بھی حملہ نہیں کیا بلکہ پاکستان میں دہشت گردی کے حوالے سے انڈین خفیہ ادارہ "را" ان سے تعاون کرتا ہے مثلاً گوادر پورٹ کے افتتاح سے ایک دن پہلے ہی بلوچستان میں مزار پر خود کش حملہ کر کے اسکی ذمہ داری قبول کی تو داعش اس حدیث کا مصداق بن گئے کہ «الْخَوَارِجُ كِلَابُ النَّارِ».

"خوارج جہنم کے کتے ہیں۔" [51]

بلکہ داعش خراسان کے مفتی ابو یزید عبد القاہر نے تو غزوہ ہند کی بجائے جہاد پاکستان کو افضل اور مقدم قرار دے دیا اور اس پر خود ساختہ دلائل بھی دیے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر امام کعبہ عبد الرحمن السدیس اور عبد العزیز بن عبد اللہ آل شیخ پر کفر کا فتوی لگایا اسی طرح جماعت الدعوۃ، جیش محمد، البدر اور دیگر تنظیموں پر بھی کفر وارتداد کا فتوی لگایا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ داعش کی فتوحات کے بارے میں جو پروپیگنڈا جاری ہے، وہ دراصل انہی علاقوں پر قبضہ ہے جنہیں مجاہدین نے داعش کے ظہور سے پہلے ہی آزاد کرایا ہوا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ داعش کی زیادہ تر سرگرمیاں دیگر جہادی تنظیموں کے خلاف ہی رہی ہیں۔ جبکہ نصیریوں اور امریکیوں کے خلاف اس کی لڑائی کی کوششیں ذرا بھی قابل ذکر نہیں۔

اگر ان کفار سے اس کی لڑائی ثابت ہو بھی جائے اور اس کی فتوحات مان بھی لی جائیں، تب بھی اس سے اس کے غالی خارجی عقائد کی نفی نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کے دامن سے معصوم مسلمانوں کے خون کا داغ ختم ہو سکتا ہے۔

---

(50) صحیح البخاري: 3344، صحیح مسلم: 1064

(51) ابن ماجه: 173، مسند أحمد: 19130، الترمذي: 3000 نیز علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صحیح ابن ماجہ اور صحیح ترمذی میں صحیح قرار دیا ہے۔

چھٹا شبہ:

صرف داعش ہی شریعت اور حدود کا نفاذ کر رہی ہے۔

شبہ کی تفصیل:

داعش اپنے زیر کنٹرول علاقوں میں شریعت نافذ کر رہی ہے۔ ان علاقوں کو چوروں اور مجرموں سے پاک کر رہی ہے۔ یہ دراصل اس کے شرعی حدود کو قائم کرنے کا نتیجہ ہے۔ وہ غیر واضح منہج یا کفار کی تکفیر نہ کرنے والی عدالتوں سے، جن کے پاس مقدمات لے جانا جائز نہیں، فیصلے کروانے سے انکار کرتی ہے۔ یہ چیز اس کے منہج کے درست ہونے اور شریعت کے نفاذ میں اس کے سچا ہونے کی دلیل ہے۔

جواب:

پہلی بات: داعش جس طرح احکام شریعت کو نافذ کرنے کی کوشش کر رہی ہے، اس میں بہت سی غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ اہم ترین حسبِ ذیل ہیں:

① شریعت کے نفاذ کو انھوں نے چند شرعی حدود کے نفاذ کو سمجھ لیا ہے۔ انھی کے بارے میں وہ بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں، ان کی مبالغہ آمیز تصویر کشی کرتے ہیں، انہیں لوگوں میں پھیلاتے ہیں اور انہیں اپنی طرف سے شریعت کے نفاذ کی کوششوں کی دلیل بناتے ہیں۔ حالانکہ شریعت کا نفاذ چند حدود کے نفاذ سے کہیں زیادہ وسعت کا حامل ہے۔ بلکہ بعض اوقات تو چند حدود کا عدم نفاذ شریعت کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ تفصیل آگے آرہی ہے۔

② داعش جن حدود کو نافذ کر رہی ہے، مثلاً: چوری کی حد، ان کا تعلق حقوق اللہ سے ہے۔ اہل علم کے فتاویٰ جات موجود ہیں کہ دورانِ جنگ حدود نافذ نہ کی جائیں کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: «لَا تُقْطَعُ الأَيْدِي فِي الغَزْوِ»

دورانِ جنگ (چوری کرنے والے کے) ہاتھ نہ کاٹے جائیں۔ [52]

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "بعض اہل علم کا اسی پر عمل ہے، انہی میں اوزاعی بھی ہیں، یہ لوگ کہتے ہیں: دشمن کی موجودگی میں جہاد کے دوران (چوری کرنے پر) حد قائم نہیں کی جائے گی، کیونکہ جس پر حد قائم کی جائے گی اندیشہ ہے کہ وہ دشمن سے مل جائے گا۔"

سنن سعید بن منصور میں ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عوام کے نام اپنے پیغام میں کہا: "کسی بھی چھوٹے یا بڑے لشکر کا امیر دورانِ جنگ کسی مسلمانوں کو حد نہ لگائے کہ کہیں شیطان اس کو برائی پر آمادہ کر دے اور وہ کفار کے لشکر سے جا ملے۔" [53]

ابو محجن رضی اللہ عنہ نے جنگ قادسیہ میں شراب نوشی کی تو سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے انہیں صرف قید کرنے پر اکتفا کیا، کوڑے نہیں مارے۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "حدود اللہ کے معاملہ کو دیکھ لیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دورانِ جنگ ان کے نفاذ سے منع کر دیا کہ کہیں اس کی وجہ سے وہ چیز سامنے نہ آجائے جو اللہ تعالیٰ کو سزا کے معطل یا مؤخر کرنے سے زیادہ ناپسندیدہ ہے کہ سزا یافتہ غصہ اور جوش میں کفار و مشرکین سے جا ملے۔" [54]

شام کی مختلف فتویٰ کمیٹیوں نے یہی فتویٰ دیا ہے۔ [55]

③ دلائل و براہین سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ داعش کے جج حضرات فیصلہ کرنے کی صلاحیت سے عاری ہیں۔ کیونکہ یہ سب نامعلوم افراد ہیں۔ اہل علم نے ان کے علم اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت کی گواہی نہیں دی۔ بلکہ غلط طریقہ سے احکام کی تنفیذ کی وجہ سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ کم علم لوگ ہیں۔ مثلاً:

---

(52) سنن الترمذي: 1450

(53) سنن سعيد بن منصور: 2500

(54) إعلام الموقعين: 13/3

(55) دیکھیے فتویٰ بعنوان: «هل تقام الحدود والعقوبات في المناطق المحررة من سوريا في الوقت الحالي؟» http://islamicsham.org/fatawa/1423

1۔ خشک سالی کے دوران چوری کی حد لگانا، حالانکہ یہ بات معروف ہے کہ قحط میں چوری کی حد لاگو نہیں کی جاتی۔ اس وقت جنگ اور ناکہ بندیوں کی وجہ سے شامی باشندے جن معاشی ناگفتہ بہ حالات کا شکار ہیں، وہ کسی پر مخفی نہیں ہیں۔

2۔ گوشت بنانے والے بغدے کے ذریعہ چور کا ہاتھ کاٹنا، حالانکہ اس طرح شرعی حدود سے تجاوز ہو جاتا ہے کیونکہ اس طرح بازو کی ہڈی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتی ہے۔ جبکہ شرعی طریقہ چھری کے ذریعہ جوڑ سے ہاتھ کاٹنا ہے۔

3۔ ظالمانہ طریقہ کار کے مطابق قیدیوں کو سخت ترین تکالیف سے دوچار کرنا جن سے زیادہ تر قیدی مر جاتے ہیں۔

4۔ احکام شریعت میں شدید سختی اور ظلم کا رویہ اپنانا، مثلاً: بہت سے مسلمانوں بلکہ جہادی رہنماؤں پر کفر وارتداد کا حکم لگانا اور اس وجہ سے انہیں سزائیں دینا اور قتل کرنا۔ یا پھر ایسے افعال کے شبہ میں ان کے جان ومال کو لوٹنا جو کفر سے مشابہ بھی نہیں، مثلاً: دیگر جہادی گروپوں سے تعلقات اور کفار سے دوستی وغیرہ۔ اس کے علاوہ عیسائیوں کے مال وجائیداد کو ضبط کرنا۔

5۔ اس انداز سے حدود کو نافذ کرنا کہ عام طبیعتوں کو اس سے گھن آنے لگے، مثلاً: جنہیں سزائے موت سنادی گئی ہو، ان کو مارنے کے لیے لوگوں کی موجودگی میں گردنیں کاٹنے کو عادت بنالینا، پھر اس کی تصویر بنانا اور مردہ جسموں اور سروں سے کھیلنا اور پھر یہ دعویٰ کرنا کہ یہی سنت نبوی ہے۔ حالانکہ شرعی دلائل اس گندے کام سے روکتے ہیں اور اس بارے میں کوئی شرعی نص موجود نہیں ہے۔ ذبح کرکے قتل کرنا عہد رسالت، صحابہ اور بعد کے اہل علم و قاضی حضرات سے بالکل بھی منقول نہیں ہے۔ اس لیے سنت کی طرف اس کام کی نسبت بہت بے ہودہ حرکت اور بلا علم دعویٰ ہے۔ یہ تو اولین خوارج کا طریقہ کار رہا ہے جیسا کہ کتب تاریخ اور سیرت میں موجود ہے کہ ان ظالموں نے عبد اللہ بن خباب کو ایسے ذبح کیا جیسے بکری کو ذبح کیا جاتا ہے۔ پھر انہوں نے ان کے بچہ کی والدہ کی طرف پیش

قدمی کی اور اس کا پیٹ چاک کر دیا۔ تو یہ خوارج کی سنت ہے، نبی کریم ﷺ کی سنت ہر گز نہیں ہے۔

اب تو معاملہ صرف ذبح تک نہیں رہا، بلکہ قتل کرنے سے پہلے انہیں مارا پیٹا جاتا ہے، ذبح کی دھمکی دی جاتی ہے اور ان کا مذاق اڑایا ہے۔ پھر ذبح کے بعد ان کے سروں کو فٹبال بنا کر کھیلا جاتا ہے۔ پھر ان سروں کو کسی جگہ نصب کر کے فخر کیا جاتا ہے، تصاویر اتاری جاتی ہیں، تمسخر کیا جاتا ہے اور جلایا جاتا ہے۔ بتائیے یہ کس شریعت کو نافذ کیا جا رہا ہے؟

سب سے افسوس ناک بات تو یہ ہے کہ جسے وہ مرتد کہہ کر ذبح کرتے ہیں، وہ بہترین مجاہد اور داعی ہوتے ہیں۔

④ بہت سے مجرم اور ڈاکو جو داعش کی بیعت کر لیتے ہیں تو انہیں صرف اسی وجہ سے کچھ نہیں کہا جاتا۔ دیگر جہادی گروہوں کے بہت سے مجرم محاسبہ کے ڈر سے داعش کی بیعت کر کے اس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ یوں داعش نے اپنی بیعت کو شرعی احکام کی تنفیذ سے بچانے کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ اس طرح حقوق العباد کا بیڑہ غرق ہو رہا ہے اور یہی مجرم دین و شریعت کے نام پر معصوم لوگوں کا استحصال کرنے کے لیے پھر میدان میں آجاتے ہیں۔

دوسری بات: کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ داعش نے ان خطوں اور علاقوں میں بھی چوروں اور ڈاکوؤں پر حد جاری کی ہے جہاں دیگر تنظیمیں ایسا کرنے کی طاقت نہیں رکھتی تھیں۔

تو اس کا جواب حسبِ ذیل ہے:

① چوروں اور ڈاکوؤں پر ہر گروہ نے اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق حد نافذ کی ہے۔ ایسے فسادی انقلابات سے افرا تفری پھیل ہی جاتی ہے۔ اس کے خاتمہ کے لیے صبر، ہمت اور وقت کی ضرورت پڑتی ہے۔

② جو کچھ لوگوں کے سامنے ظاہر ہو چکا ہے کہ داعش کی چوروں اور ڈاکوؤں کے خلاف کاروائی درحقیقت انہیں معاف کرنے اور سیکوریٹی، تفتیش اور گرفتاری کے معاملات ان کے سپرد کرنے کی وجہ سے تنظیم میں ان کی شمولیت کا باعث بنی ہے۔ ان کی وجہ سے اب

تنظیم میں انحراف اور ظلم بہت بڑھ چکا ہے اور ان مجرموں کا کام منظم ہو گیا ہے۔ اب وہ اپنا کام دین و شریعت کے نام سے داعش کی حمایت و نصرت کے جھنڈے تلے سکون سے کرتے ہیں۔ (56)

③ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ داعش نے چوروں کی ایک جماعت کے خلاف کاروائی کی ہے تو اس نے تو بہت سے بے گناہوں کی حرمتوں کو بھی پامال کیا ہے۔ بہت سے مجاہدین اور داعی حضرات پر باطل الزامات لگا کر انہیں مختلف سزاؤں سے دوچار کیا ہے۔ بتایئے ایسی صورت میں دسیوں مجاہدین، داعی اور رہنماؤں کی سزا کے سامنے چند چوروں کی سزا کیا معنیٰ رکھتی ہے؟

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:«وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَقَتْلُ مُؤْمِنٍ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ زَوَالِ الدُّنْيَا»
اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ایک مؤمن کا قتل اللہ تعالیٰ کے ہاں پوری دنیا کے ختم ہو جانے سے زیادہ بڑا معاملہ ہے۔ (57)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے تھے: مَا أَطْيَبَكِ وَأَطْيَبَ رِيحَكِ، مَا أَعْظَمَكِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكِ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ حُرْمَةً مِنْكِ، مَالِهِ، وَدَمِهِ، وَأَنْ نَظُنَّ بِهِ إِلَّا خَيْرًا۔
" تو کتنا عمدہ ہے، تیری خوشبو کتنی اچھی ہے، تو کتنے بڑے رتبہ والا ہے اور تیری حرمت کتنی عظیم ہے، لیکن قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان

---

(56) داعش نے کئی مرتبہ یہ ظاہر کیا ہے کہ وہ حقیقی یا مصنوعی طور پر اپنے تمام کارکنان کا محاسبہ کرتی ہے اور انہیں شریعت پر چلاتی ہے لیکن دیکھا جا رہا ہے کہ اس طرح کے مجرم تنظیم کی قیادت میں گھسے ہوئے ہیں اور قید و بند، سزا اور قتل جیسے جرائم کا بے دریغ ارتکاب کر رہے ہیں۔

(57) سنن النسائي: 3986

ہے، مومن کی حرمت (یعنی مومن کے جان و مال کی حرمت) اللہ تعالیٰ کے نزدیک تجھ سے بھی زیادہ ہے، اس لیے ہمیں مومن کے ساتھ حسن ظن ہی رکھنا چاہیئے۔"[58]

بلکہ داعش کے اس انقلاب سے پہلے ظالم نصیری حکومت بھی کچھ نہ کچھ امن مہیا کرتی تھی، اسی طرح دیگر غیر مسلم حکومتیں بھی امن مہیا کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ کیا یہ چیز منہج کے درست ہونے کی دلیل ہے۔۔۔؟

تیسری بات: داعش کا خیال ہے کہ شرعی عدالت صرف اسی کی قائم کردہ عدالت ہے۔ وہ اپنے اور دیگر جہادی تنظیموں اور اسلامی ممالک میں ہونے والے اختلافات کے حل کے لیے دیگر عدالتوں کے فیصلوں کو بالکل نہیں مانتی۔ داعش کی عراقی شاخ کا امیر ابو عمر بغدادی اپنے خطاب «قل إني على بينة من ربي» میں کہتا ہے: "سلطنت اسلامیہ میں مقدمات کے فیصلوں کے لیے ہم شرعی عدالتوں سے رجوع کو واجب سمجھتے ہیں۔ اگر کسی شرعی عدالت کا علم نہ ہو تو اس کو تلاش کرنا واجب جانتے ہیں۔"

جبکہ اس وقت عراق دیگر جہادی تنظیموں کے تحت چلنے والی شرعی کمیٹیوں سے بھرا ہوا تھا، بلکہ آزاد کمیٹیاں بھی قائم تھیں۔ شام میں داعش اور دیگر جہادی تنظیموں کے درمیان خونی تصادم کے واقعات کے بعد داعش کے چند دینداروں یا مجاہدوں نے مطالبہ کیا کہ تمام تنظیموں سے ہٹ کر ایسی عدالتیں بنی چاہییں جو کسی کے ماتحت نہ ہوں۔ اس پر عدنانی نے اپنے خطاب: «الرائد لا يكذب أهله» میں جواباً کہا: "ہر مسلمان جو فی سبیل اللہ جہاد کرنا چاہتا ہے، چاہے وہ مہاجر ہے یا انصار، داعش کے دروازے اس کے لیے ہمہ وقت کھلے ہوئے ہیں۔ دنیا کے کسی بھی خطے میں بسنے والے نوجوانانِ اسلام! آؤ۔ خصوصی طور پر ہماری دعوت اپنے اپنے میدان کے ماہرین کے لیے ہے۔ خصوصاً جج حضرات ضرور آئیں۔ داعش کی عدالتیں کھلی ہوئی ہیں۔ جو بھی فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، ان عدالتوں میں آجائے۔ حقوق ادا کرے، مظالم کا سدباب کرے اور بغیر کسی ہیر پھیر اور اقربا پروری کے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ کرے۔"

---

(58) سنن ابن ماجه: 3932

عدنانی کے اس خطاب سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے نزدیک شرعی عدالتیں وہی ہیں جنہیں داعش نے قائم کیا ہے۔ باقی عدالتیں نہ قابل ذکر ہیں اور نہ قابل اعتماد۔ اس کے نزدیک صرف اسی کی تنظیم اس بات کی مجاز ہے کہ شریعت اور اس کی وضاحت ونفاذ کے نام پر نئی عدالتیں قائم کرے۔ بلکہ اس کے نزدیک دیگر تنظیموں اور گروپوں کے لیے ایسا کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ اپنے خطاب: «هذا وعد الله» میں عدنانی کہتا ہے:"اعلانِ خلافت کے ساتھ ہی تمام مسلمانوں پر یہ واجب ہو چکا ہے کہ خلیفہ ابراہیم کی بیعت اور نصرت کریں۔ اور اس اعلان کے ساتھ ہی باقی تمام جماعتوں، تنظیموں، امارتوں اور سلطنتوں کا جواز باطل ہو چکا ہے۔"

جس عدالت کی طرف رجوع کرنے سے داعش نے انکار کیا ہے، وہ تمام مختلف فیہ تنظیموں اور گروپوں کے تسلط سے آزاد ہے۔ اسے چلانے والی شخصیات بالکل غیر جانبدار ہیں، بلکہ اس میں داعش کی اپنی ہم فکر جماعت القاعدہ بھی موجود ہے۔ داعش سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ اس عدالت کے لیے اپنے بندے تجویز کر دے، لیکن داعش نے اس کے باوجود انکار کر دیا۔[59]

بہت سی درخواستوں، رابطوں اور اپیلوں کے باوجود داعش کی اس طرح کی حرکتیں دراصل مختلف قسم کے باطل دعوؤں کی چھتری تلے شرعی احکام کی خلاف ورزی ہے۔ ان کا وہی حال ہے جو اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت میں بیان کیا ہے:﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُم مُّعْرِضُونَ ﴿٢٣﴾ ﴾

---

(59) داعش سے منسلک کئی ادارے یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ داعش کی بیعت کیے اور اس کی عدالتوں کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ البتہ داعش نے سرکاری طور پر اس بات کا اعلان نہیں کیا۔ اور یہی داعش کا طریقہ کار ہے کہ جن باتوں کو وہ اپنے اوپر تھوپنا نہیں چاہتی، اس کا سرکاری طور پر کبھی بھی اعلان نہیں کرتی۔

کیا آپ نے ان لوگوں کے حال پر غور نہیں کیا جنہیں کتاب (تورات) کے علم سے کچھ حصہ ملا ہے۔ انہیں اللہ کی کتاب (تورات) کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے تو ان کا ایک گروہ منہ پھیر لیتا ہے اور وہ (کتاب کے فیصلہ سے) اعراض کرنے لگتے ہیں۔[آل عمران: 23]

یہاں یہ بات ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہ ہو گا کہ یہ غلو پسند گمراہ لوگ جس شبہ کو سب سے زیادہ پیش کرتے ہیں کہ غیر شرعی عدالتوں سے فیصلہ کروانا دراصل طاغوت کے فیصلہ پر رضامندی کا اظہار ہے۔ اور طاغوت سے خوش ہونا کفر وارتداد ہے۔

اہل علم نے اس بارے میں جو کچھ لکھا ہے، اس کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

1۔ اصل یہی ہے کہ فیصلہ شرعی عدالتوں سے کروایا جائے۔ غیر شرعی عدالتوں سے فیصلہ کروانا اصلاً حرام ہے۔

2۔ جو شخص اپنے حق کی وصولی یا کسی ظلم کو روکنے کے لیے مجبور ہو کر غیر شرعی عدالتوں کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے، چاہے وہ مسلمان ملکوں میں ہوں یا غیر مسلم ممالک میں، چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ اہم ترین شرائط درج ذیل ہیں:

① اپنا حق وصول کرنے کا ان عدالتوں کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہ ہو۔

② صرف اپنا حق وصول کرے اگرچہ وہ عدالتیں اس کے حق سے زیادہ بھی اس کو دینے کے لیے تیار ہوں۔

③ دلی طور پر غیر شرعی عدالتوں سے فیصلہ کروانے کو ناپسند بھی کرتا ہو۔

اگر ایسی حالت میں ان عدالتوں میں نہیں جائیں گے تو حقوق ضائع ہو جائیں گے، مال برباد ہو جائے گا اور فوائد سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔ ضرورت کے وقت غیر شرعی عدالتوں کا رخ کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ بندہ اس پر راضی بھی ہے کیونکہ دلی رضا مندی علیحدہ چیز ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ داعش کی عدالتیں بعد میں بنی ہیں، دیگر جہادی گروہ پہلے سے شرعی عدالتیں چلا رہے ہیں۔ اس لیے داعش اس میدان میں سبقت لے جانے والی

ہے، نہ اکیلی ہے۔ اس کے علاوہ اس کے فیصلے غلطیوں اور ظلم سے بھرپور ہیں کیونکہ اس کے مقرر کردہ جج فیصلہ کرنے کی صلاحیت سے عاری ہیں اور احکام کو سمجھنے اور نافذ کرنے میں غلو سے کام لیتے ہیں۔

ساتواں شبہ:

داعش واحد ایسی تنظیم ہے جس کا ہدف واضح پرچم والی اسلامی سلطنت کا قیام ہے۔

شبہ کی تفصیل:

داعش نبوی منہج کے مطابق واضح پرچم والی اسلامی سلطنت کے قیام کا ارادہ رکھتی ہے۔ جبکہ دیگر جہادی گروپ اور اسلامی ممالک کی افواج وطنیت کو اسلام پر ترجیح دیتے ہیں اور سائیکوس-پیکوٹ معاہدہ (60) کی حدود سے چمٹے ہوئے ہیں جس کا پرچم جاہلیت ہے اور اس کے اہداف اور نتائج نامعلوم ہیں۔ وہ جمہوریت اور سیکولرازم کو نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ جس پرچم کو وہ اٹھائے ہوئے ہیں، وہ فرانسیسی استعمار کے دور کا جاہلی پرچم ہے۔

---

(60) 16 مئی 1916ء کو حکومت برطانیہ اور فرانس کے درمیان طے پانے والا ایک خفیہ معاہدہ سائیکوس-پیکوٹ معاہدہ کہلاتا ہے۔ جس میں دونوں ممالک نے جنگ عظیم اول کے بعد اور سلطنت عثمانیہ کے ممکنہ خاتمے کے پیش نظر مشرق وسطیٰ میں اپنے حلقۂ اثر کا تعین کیا۔ اس معاہدے کے تحت طے پانی والی سرحدیں تقریباً وہی ہیں جو آج شام اور اردن کی مشترکہ سرحد ہے۔ معاہدے پر مذاکرات نومبر 1915ء کو فرانسیسی سفیر فرانکوئس جورجز پیکوٹ اور برطانیہ کے مارک سائیکس کے درمیان ہوئے۔ اردن، عراق اورحیفہ کے گرد مختصر علاقہ برطانیہ کو دیا گیا۔ فرانس کو جنوب مشرقی ترکی، شمالی عراق، شام اور لبنان کے علاقے دیئے گئے۔ دونوں قوتوں کو اپنے علاقوں میں ریاستی سرحدوں کے تعین کی کھلی چھوٹ دی گئی۔ بعد ازاں اس معاہدے میں اٹلی اور روس کو بھی شامل کر لیا گیا۔ روس کو آرمینیا اور کردستان کے علاقے دیئے گئے جبکہ اٹلی کو جزائر ایجیئن اور جنوب مغربی اناطولیہ میں ازمیر کے اردگرد کے علاقوں سے نوازا گیا۔ اناطولیہ میں اطالوی موجودگی اور عرب سرزمین کی تقسیم کا معاملہ بعد ازاں 1920ء میں معاہدہ سیورے میں طے ہوا۔ (بحوالہ: https://goo.gl/nvh4hc)

جواب:

پہلی بات: سب سے پہلے تو پرچم والی اصطلاح کا مطلب واضح ہونا ضروری ہے۔ اس بارے میں اکثریت غلطی پر ہے۔ شریعت اور اہل علم کے ہاں پرچم سے مراد قتال کا مقصد اور ہدف ہے۔ اس سے کپڑے کا وہ ٹکڑا مراد نہیں ہے جسے آج کل جھنڈا کہا جاتا ہے۔ نبوی فرمان ہے: «وَمَنْ قَاتَلَ تَحْتَ رَايَةٍ عِمِّيَّةٍ يَغْضَبُ لِعَصَبَةٍ، أَوْ يَدْعُو إِلَى عَصَبَةٍ، أَوْ يَنْصُرُ عَصَبَةً، فَقُتِلَ، فَقِتْلَةٌ جَاهِلِيَّةٌ».

جو شخص کسی اندھے تعصب کے جھنڈے کے تحت لڑا، اپنی عصبیت (قوم، قبیلے) کی خاطر غصہ میں آیا یا اس نے کسی عصبیت کی طرف دعوت دی یا کسی عصبیت کی خاطر مارا گیا تو یہ جاہلیت کی موت ہوگی۔[61]

لہٰذا کسی قتال کا ہدف ہی اس جھنڈے کے جواز اور درست ہونے کی دلیل ہے۔ جس کا قتال شریعت اسلامیہ کے بتائے ہوئے مقاصد کی حفاظت کے لیے ہوگا، یعنی جان، عزت، دین اور مال کی حفاظت کی خاطر، تو اس کا پرچم اور مقصد شرعی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿٧٥﴾﴾

(مسلمانو!) تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جہاد نہیں کرتے جبکہ کئی کمزور مرد، عورتیں اور بچے ایسے ہیں جو یہ فریاد کرتے ہیں کہ: اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی جناب سے ہمارے لیے کوئی حامی اور مددگار پیدا فرمادے۔ [النساء: 75]

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا فرمان ہے: «مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ أَهْلِهِ، أَوْ دُونَ دَمِهِ، أَوْ دُونَ دِينِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ».

---

(61) صحیح مسلم: 1848

جو اپنا مال بچانے میں مارا جائے وہ شہید ہے اور جو اپنے بال بچوں کو بچانے یا اپنی جان بچانے یا اپنے دین کو بچانے میں مارا جائے وہ بھی شہید ہے۔[62]

جہادی جماعتوں نے اپنے ان اہداف اور شرعی مقاصد کو بالکل واضح کیا ہے اور اپنے بیانات میں اس کا اظہار کیا ہے کہ ہمارا مقصد انسانوں اور وطنوں کو آزاد کرانا ہے اور ایسی سلطنت کی بنیاد ڈالنا ہے جس میں عدل وانصاف، آزادی اور امن وامان ہو گا۔ لہٰذا داعش کا یہ الزام کہ ان جہادی تنظیموں کے پاس کوئی طے شدہ مقصد نہیں ہے، بالکل بے بنیاد الزام ہے جو درستی اور حقیقت سے کوسوں دور ہے۔ یہ الزام شبہ، گمان، حق کو اپنے اندر منحصر سمجھنے اور اپنے آپ کو پاکیزہ قرار دینے کی بنیاد پر قائم ہے۔

دوسری بات: پرانے زمانہ میں جن پرچموں کو دورانِ جنگ اٹھایا جاتا تھا اور آج کل ملکوں نے جو جھنڈے بنا رکھے ہیں، ان میں فرق ہے۔ جنگ میں جھنڈے اور پرچم بنانا اور اٹھانا نبی ﷺ کی مستحب سنت ہے۔ آپ ﷺ اپنے غزوات اور جنگوں میں پرچم استعمال کیا کرتے تھے۔ ہر قبیلہ اور قوم کا ایک پرچم تھا۔ مہاجرین کا علیحدہ اور انصار کا علیحدہ پرچم تھا۔ آپ ﷺ کو یہ پسند تھا کہ ہر بندہ اپنے قوم اور جماعت کے جھنڈے تلے جہاد کرے۔ اس کا مقصد بہت عظیم تھا کہ ایک قبیلہ کے تمام افراد متحد ہو کر لڑیں گویا کہ وہ ایک ہی جسم ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی خواہش ہو گی کہ ان کا جھنڈا بلند رہے تاکہ دشمن ان کی طرف سے حملہ آور نہ ہو سکے۔

آج کل ملکوں نے جو پرچم بنا لیے اور انہیں اپنا قومی نشان بنا لیا ہے، سابقہ ادوار میں ان کا کوئی نام ونشان نہیں ملتا۔ اور اصلاً معاملات درست مانے جاتے ہیں جب تک ان میں کسی شرعی حکم کی واضح یا اشارۃً مخالفت نہ پائی جائے۔

تیسری بات: نبی کریم ﷺ سے یہ قطعاً منقول نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک ہی رنگ یا شکل کا جھنڈا جنگی پرچم کے طور پر استعمال کیا ہو۔ بلکہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ کا جھنڈا سیاہ تھا۔ بعض اوقات سفید بھی ہوتا تھا۔ ایک قول کے مطابق زرد رنگ کا جھنڈا بھی استعمال کیا

(62) سنن أبي داؤد: 4772، سنن الترمذي: 1421، سنن النسائي: 4095

گیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس اختلاف کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ مختلف اوقات اور حالات کی وجہ سے ہے۔[63]

چوتھی بات: یہ شرط کہ اسلامی سلطنت غیر محدود ہونی چاہیے، یا اس کی کوئی حد نہیں ہوتی، واقعاتی طور پر ناممکن ہے۔ بلکہ یہ شرط کتاب و سنت یا کسی اہل علم کے قول میں نظر نہیں آتی۔ ہر سلطنت کی واضح اور معین حدود ہوتی ہیں۔ عہد رسالت میں اسلامی سلطنت مدینہ تک تھی، پھر جزیرۃ العرب تک پھیل گئی اور اسی طرح پوری اسلامی تاریخ میں رہا ہے۔

اہل علم نے سرحدی علاقوں کے احکام پر بحث کی ہے۔ ان سے مراد وہ علاقے ہیں جو کافر ممالک کی سرحدوں کے ساتھ آباد ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ اس طرح کی بہت سی حدود مسلمانوں کے اختیار میں نہیں تھیں اور اکثر اوقات انہیں اس کی فکر بھی نہیں تھی کہ ان حدود کو مٹایا جائے۔ بلکہ ان کافر ملکوں کو فتح کرنے کی قدرت نہ رکھنے کی وجہ سے انہی حدود کو انہوں نے قبول کیا اور اس پر راضی ہو گئے۔

اس بات سے انکار نہیں کہ موجود سرحدیں غیر مسلموں کی ایجاد ہیں لیکن انہیں ضرورت کی بناء پر قبول کرنا کفار کے افعال پر رضامندی یا ان کی موافقت نہیں سمجھا جا سکتا، چہ جائیکہ ان کے سامنے جھکا ہونا یا ان کا ایجنٹ ہونا تسلیم کیا جائے۔ کیونکہ اس طرح ایسی چیز دوسرے پر تھوپی جا رہی ہے جو اس پر لازم نہیں آتی۔ ایسا کرنا شرعاً باطل ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”انسان کے مذہب سے چمٹی ہوئی چیز لازمی نہیں کہ اس کا مذہب ہو، جب تک کہ وہ اسے اختیار نہ کرے۔ اور اگر وہ اس کا انکار کر دے تو پھر اس کی طرف اس چیز کی نسبت جھوٹ شمار ہو گی۔“ [64]

حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”کسی کے اقوال سے لازم آنے والی چیز کی بناء پر اس کی تکفیر کرنا غلط ہے کیونکہ یہ تو مخالف پر جھوٹ اور اس کے ذمہ ایسی بات لگانا ہے جو اس نے نہیں کہی۔“ [65]

---

(63) فتح الباري: 126/6

(64) الفتاویٰ: 217/20

(65) الفصل في الملل والأهواء والنحل: 139/3

پانچویں بات: داعش نے خود جن علاقوں میں ظہور کیا ہے، اس کی حدود کو تسلیم کیا ہے۔
پہلے اس نے اپنا نام رکھا تھا: «دولة العراق الإسلامية» پھر «الدولة الإسلامية في العراق والشام» تو کیا یہ نام رکھتے ہوئے داعش سائیکوس-پیکوٹ معاہدہ کی حد بندی سے راضی تھی اور بعد میں اس سے رجوع کر لیا ہے؟

اگر کوئی یہ کہے کہ اس سے مراد طبعی طور پر بنے ہوئے شام، عراق، مغرب یا ارضِ کنانہ وغیرہ کے علاقوں کی طرف نسبت ہے

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح تنظیم عملی طور پر ان علاقوں سے باہر نہیں نکل سکی، اسی طرح ان وطنی ناموں سے بھی جان نہیں چھڑا سکتی۔

اگر کوئی یہ کہے کہ عنقریب داعش ان علاقوں سے نکلے گی اور جہاں تک ممکن ہو سکا، پھیل جائے گی۔

تو بات یہ ہے کہ داعش نے عملی طور پر ان حدود کو تسلیم کر لیا ہے اور یہ ان کی سوچ کے مطابق رضامندی ہے۔

یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ داعش اور اس کی ہم فکر تنظیموں نے اپنے کارکنان کو اجازت دی ہوئی ہے کہ وہ جس جگہ رہتے ہیں، وہاں کا پاسپورٹ اور ویزا حاصل کریں اور جس ائیر پورٹ پر اتریں، وہاں کے قوانین کی پابندی کریں۔ وغیرہ وغیرہ

جیسا کہ داعش کی ہم فکر جماعت القاعدہ کے ابو عمر البکری اور ابو قتادہ فلسطینی ایک بڑے عرصے سے برطانیہ میں "مستامن" کی اصطلاح استعمال کرتے ہوئے رہ رہے ہیں۔

اگر یہ لوگ کہیں کہ ہم جہادی خطہ تک پہنچنے تک ان چیزوں کے محتاج ہیں تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت پوری امت مسلمہ کمزور ہے اور یہ اس کی شان و شوکت اور حکومت کا دور نہیں ہے۔

بلکہ بہت سے علاقوں میں آزادی کی تحریکیں کامیابی کے قریب پہنچ چکی ہیں اور شامی جہاد بھی بڑھتا جا رہا ہے۔ بوقت مجبوری جو کچھ ان تنظیموں اور ان کے کارکنان کے لیے

جائز ہے وہ دیگر مسلمانوں کے لیے بوقت مجبوری کیوں جائز نہیں ہے؟ خصوصاً وہ معاملہ جو زیادہ سخت اور بڑا ہے؟[66]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ داعش بھی دیگر غالیوں کی طرح شریعت میں جھنڈوں کے مقصد اور قومی پرچموں کی بات کو خلط ملط کر دیتی ہے۔ پھر اس نے دیگر جہادی تنظیموں پر ان کے جہاد کا مقصد بیان کر کے الزام لگاتے غلط موقف اختیار کیا ہے۔ پھر اس نے زیر بحث اصطلاحات سے متعلق شرعی احکام کی پہچان میں غلطی کی اور اس بارے میں احکامِ تکفیر نافذ کرنے میں غلو سے کام لیا۔

---

(66) مذکورہ باتیں سن کر بعض غالی کہتے ہیں کہ ہم اپنے کیمپ میں پہنچ کر توبہ کر لیتے ہیں۔ اور بعض غالی تو اسے کفر سے توبہ سمجھتے ہیں۔ کل اور آج میں کتنی مشابہت ہے! خوارج نے بھی سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ اپنا کافر ہونا تسلیم کریں اور پھر توبہ کریں۔ بھلا یہ لوگ اگر اپنے کیمپ میں پہنچنے سے پہلے مر جاتے تو کافر مرتے یا مسلمان؟

آٹھواں شبہ:

خلافت کا اعلان ہوچکا ہے، لہٰذا اس سے منسلک ہونا واجب ہے۔

شبہ کی تفصیل:

سابقہ ساری تفصیلات اور اختلافات سے قطع نظر جب سے خلافت کا اعلان ہوچکا ہے، تب سے سب پر یہ لازم ہوچکا ہے کہ اس کے تحت اکٹھے ہو جائیں۔ خلافت کا قیام تمام مسلمانوں کو شرعی طور پر واجب ایک ہی حکومت کے تحت متحد کر دے گا۔ کئی دہائیوں سے امت اسی کے انتظار میں تھی۔ اگرچہ اس میں کچھ غلطیاں اور قابل ملاحظہ باتیں ہیں لیکن اس سے جڑ کر اور آہستہ آہستہ ان کی اصلاح ممکن ہے۔

جواب:

پہلی بات: اہل علم نے خلافت کے حکم، قدر و منزلت اور اسلامی ممالک میں دوبارہ اس کی حکومت لانے کے واجب ہونے پر گفتگو کی ہے۔ اس بارے میں بہت سے اقوال، بحثیں اور کتابیں موجود ہیں جن کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اعلانِ خلافت اتنے عجلت پسندانہ طریقہ سے، جو ہر قسم کے ضروری اجزاء سے خالی ہو، نہیں ہو سکتا۔

1۔ بہت سے اسلامی ممالک ابھی تک مقبوضہ ہیں اور حالتِ جنگ میں ہیں۔ یہ تو ابھی ایک مملکت قائم کرنے کی قدرت نہیں رکھتے، تمام مسلمانوں کو جمع کرنے والی خلافت تو دور کی بات ہے۔

2۔ کسی شخص کی حکومت کے قیام کے لیے کچھ قواعد وضوابط اور شرائط ہیں۔ اس کے لیے اہل حل وعقد اور عوام الناس کا اتفاق ضروری ہے۔ یہ باتیں اہل علم کی کتابوں میں

تفصیلی طور پر لکھی ہوئی ہیں اور اتنی مشہور ہیں کہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ تاہم مختصراً چند باتیں لکھی جاتی ہیں:

امام خلال بیان کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث نبوی ﷺ: ''جو شخص اس حال میں مر گیا کہ اس کا کوئی امام نہ تھا تو وہ جاہلیت کی موت مرا'' کے بارے میں پوچھا گیا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ''جانتے ہو امام کون ہوتا ہے؟ امام وہ ہوتا ہے جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہو اور سبھی یہ کہہ رہے ہوں کہ یہی امام ہے۔ یہی اس حدیث کا مطلب ہے۔'' (67)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''صحیح بات یہ ہے کہ علماء و رؤساء جیسے اہل حل و عقد کی بیعت معتبر ہے اور اس کے علاوہ جتنے لوگ بھی آسانی سے آسکتے ہوں، ان کی بیعت ضروری ہے۔'' (68)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''خلافت کے لیے اس حیثیت میں کہ ان کے ذریعہ امامت کے مقاصد قائم ہو سکیں، اہل شوکت اور جمہور کا اتفاق شرط ہے کہ ان کے ذریعہ حکومت چلتی ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: ''جماعت کے ساتھ جڑے رہنا کیونکہ اللہ کی مدد جماعت کے ساتھ ہوتی ہے۔'' دوسری حدیث میں فرمایا: ''اکیلے آدمی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور دو سے دور ہوتا ہے۔'' (69)

جبکہ اس تنظیم کے عراق میں حکومت قائم کرنے اور پھر شام تک اسے پھیلانے اور پھر خلافت کا اعلان کرنے میں سوائے چند تھوڑے لوگوں کے سوا کسی نے موافقت نہیں کی۔ **ان کی مزعومہ حکومت میں مشاورت کے ادنیٰ عناصر یا حقیقی حکومت کے عناصر نہیں پائے جاتے:**

ا۔ تنظیم کا خیال ہے کہ بغیر کسی حقیقی عنصر کے مملکت کا قیام درست ہے۔ اسی وجہ سے اس نے خلافت سے مملکت کا اعلان کیا۔ عثمان بن احمد تمیمی نے دولة العراق الإسلامية

---

(67) السنة لأبي بكر الخلال: 80/1

(68) روضة الطالبين: 43/10

(69) منهاج السنة النبوية: 336/8

کی وزارت الهیئات الشرعیة کی جانب سے شائع ہونے والے اپنے رسالہ «إعلان الأنام بمیلاد دولة الإسلام» میں مختصر الفاظ میں اس کہانی کو بیان کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے: ”رسول اللہ ﷺ کی قائم کردہ ریاست ان تمام خصوصیات کی حامل نہیں تھی جن کے بارے میں سمجھا جاتا ہے کہ وہ سیاسی، انتظامی اور اقتصادی اعتبار سے موجودہ ریاست کی خصوصیات میں شامل ہیں۔ لہٰذا جس ریاست کی اسلام دعوت دیتا ہے، وہ سب سے پہلے دین کو قائم کرتی ہے اور پھر دیگر چیزوں کی طرف توجہ کرتی ہے۔“

مذکورہ بیان سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ تنظیم نے ریاست کے حقیقی ارکان کو چھوڑ دیا ہے اور صرف توحید اور شریعت کی حاکمیت باقی بچی ہے اور وہ بھی ان کے خانہ ساز مفہوم کے مطابق۔ اس طرح تو کئی لوگوں کے لیے ممکن ہے کہ وہ دنیا کے کسی بھی خطہ میں رہ کر اپنی خاص ریاست کا اعلان کر دیں!

۲۔ داعش کا خیال ہے کہ ریاست اور خلافت کا اعلان کرنا صرف اسی تنظیم کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرے مسلمان اس کے حق دار نہیں ہیں کیونکہ ان کے نزدیک باقی سب مسلمان نا قابل اعتبار، مرتد اور کفار کے ایجنٹ ہیں۔

عدنانی اپنے خطاب: «لن یضروکم إلا أذی» میں کہتا ہے: ”ہم پر یہ لازم نہیں تھا کہ ہم منہج اور منصوبہ بندی میں اپنے علاوہ دوسرے گروپوں سے مشورہ کرتے۔ ان لوگوں سے مشاورت کرتے جو خفیہ اور علانیہ ہمارے خلاف کام کرتے ہیں اور ایجنسیوں سے مل کر ہمارے خلاف افواہیں اڑاتے ہیں بلکہ ہمارے خلاف لڑائی پر دستخط کیے بیٹھے ہیں۔“

گویا داعش کے نزدیک پوری امت سمٹ سمٹا کر صرف جہادی گروپوں میں آگئی ہے اور پھر ان گروپوں کو داعش نے نا قابل اعتبار قرار دے دیا، لہٰذا اب ان کے علاوہ کوئی بھی اہل علم، مشورہ دینے کے قابل اور صحیح دین پر عمل پیرا باقی نہ رہا۔ حدیث میں ہے: «إِذَا قَالَ الرَّجُلُ: هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَ أَهْلَكُهُمْ»

جب کوئی آدمی کہتا ہے کہ لوگ مارے گئے تو در حقیقت وہی ان سب سے بڑھ کر ہلاک ہونے والا ہوتا ہے۔[70]

۳۔ بلکہ داعش کی بنیاد «دولة العراق الإسلامية» ہے جو عراق میں مسلمانوں اور جہادی تنظیموں کی مشاورت کے بغیر بنی تھی۔ عراق میں داعش کے قیام میں داعش کے چند کارکنان کے علاوہ کسی نے موافقت ظاہر نہیں کی تھی۔ یہ بغیر اہل حل وعقد کی مشاورت کے قائم ہوئی تھی۔

ابو سلیمان عتیبی جو «دولة العراق الإسلامية» کا قاضی ہے، اپنے رسالہ میں خراسان میں موجود اپنی قیادت کے سامنے اس بات کو واضح کرتا ہے۔ لکھتا ہے: ”در حقیقت لوگ سمجھتے ہیں کہ داعش کا قیام اسکی اپنی ہم فکر جماعت القاعدہ کی مجلس شوریٰ کی جماعتوں کی بیعت سے ہوا ہے، پھر قبائلی رہنماؤں نے بیعت کی ہے، حالانکہ معاملہ بالکل بھی ایسے نہیں ہے۔ دراصل سرايا الجهاد، سرايا الغرباء، جيش أهل السنة، كتائب الأهوال اور جيش الطائفة المنصورة وغیرہ جماعتوں کے سربراہوں نے بیعت کی تھی۔ ان لوگوں کا میدان معرکہ میں عملی جہاد سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ ان میں کچھ ایسے لوگ بھی جنہوں نے پوری زندگی کبھی اسلحہ کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ بعض جماعتوں کا تو صرف نام ہے، حقیقت کچھ بھی نہیں۔ ایک بھی بندہ اس میں شامل نہیں ہے۔ اس قسم کے لوگوں نے بیعت کی اور زبانِ حال سے یا بول کر یہ شرط لگائی تھی کہ عنقریب جس ریاست کا اعلان ہونے جا رہا ہے، اس میں انہیں عہدے دیے جائیں۔ پھر واقعتاً ویسا ہی ہوا جیسا وہ چاہتے تھے۔ میں ابو حمزہ مہاجر سے قربت کی وجہ سے بزرگ وبرتر رب تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ سب بالکل سچ ہے۔ معروف قبائلی رہنماؤں نے اس میں مداخلت نہیں کی تھی جیسا کہ ابو حمزہ بار بار وضاحت کرتا ہے۔“ [71]

---

(70) صحیح مسلم: 2623

(71) مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: «رسالة الشيخ أبي سليمان العتيبي للقيادة في خراسان»
http://syrianoor.net/article/9380

۴۔ پھر جب خلافت کا اعلان کیا گیا، تب بھی تنظیم کے چند بندوں نے ہی اس پر موافقت ظاہر کی تھی۔

عدنانی اپنے خطاب: «هذا وعد الله» میں کہتا ہے: ''داعش کی مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا اور اس معاملہ پر غور و فکر ہوا۔ جب یہ دیکھا گیا کہ داعش میں خلافت کی ساری خصوصیات پائی جاتی ہیں، جس خلافت کو کھڑا نہ کرکے مسلمان گناہ گار ہو رہے ہیں اور داعش کے سامنے کوئی رکاوٹ اور شرعی عذر نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں سے اس گناہ کو ختم کرنے یا خلافت کو قائم کرنے سے پیچھے ہٹے تو داعش نے بڑی شخصیات، رہنماؤں، امراء اور مجلس شوریٰ پر مشتمل اہل حل و عقد کے فیصلہ پر عمل کرتے ہوئے یہ قرار داد منظور کی کہ خلافتِ اسلامیہ کے قیام کا اعلان کر دیا جائے اور مسلمانوں کا ایک خلیفہ مقرر کر دیا جائے۔''

سب جانتے ہیں کہ یہ مجلس شوریٰ صرف بارہ افراد پر مشتمل ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کے مشورہ اور اہل حل و عقد کی مشاورت کے بغیر کی جانے والی بیعت باطل اور بدعت ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جو شخص کسی سے بن سوچے سمجھے، بن صلاح و مشورہ بیعت کر لے تو دوسرے لوگ بیعت کرنے والے کی پیروی نہ کریں، نہ اس کی جس سے بیعت کی گئی ہے کیونکہ وہ دونوں اپنی جان گنوائیں گے۔'' (72)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''اس کا مطلب یہ ہے جس نے ایسا کیا اس نے اپنے آپ کو اور اپنے ساتھی کو دھوکا دیا اور دونوں کو قتل کے لیے پیش کر دیا۔'' (73)

3۔ عوام الناس کو چاہیے کہ وہ ان کے خالی خولی نعروں اور ہر قسم کی فائدہ مند بات سے خالی، اونچے اونچے دعووں سے دھوکے کا شکار نہ ہوں۔ خلافت وہی قائم کر سکتا ہے جو نبوی منہج پر چل رہا ہو۔ خوارج کے منہج پر چلنے والا شخص کبھی ایسا نہیں کر سکتا۔ تاریخ اسلام

---

(72) صحيح البخاري: 6830

(73) فتح الباري: 150/12

میں اس طرح کے منحرف لوگوں کی طرف سے ہمیں اعلانِ خلافت کئی مواقع پر ملتا ہے لہٰذا اس میں کوئی عجیب بات نہیں ہے۔(74)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ داعش کی خلافت میں اسلامی ریاست کے تمام اجزاء مفقود ہیں۔ اس کا قیام خارجی اور منحرف العقیدہ جماعت کے ہاتھوں ہوا ہے جو مسلمانوں پر ظلم وزیادتی کرتی ہے۔ اس کے شر اور نقصان کو دور کرنا واجب ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ شوریٰ اور مسلمانوں کی رضامندی نہیں ہے۔ تاریخِ اسلام میں ظاہر ہونے والی دیگر خارجی تحریکوں سے اس کا حال مختلف نہیں ہے۔ امید ہے کہ جلد ہی اس کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔

---

(74) تاریخ میں بہت سے بدعتیوں کی طرف سے اپنی مخصوص خلافت کا اعلان ملتا ہے۔ مثلاً:

① عبد الملک اموی کے دورِ حکومت میں شبیب خارجی نے اپنی خلافت کا دعویٰ کیا، لیکن اسے عملی جامہ نہ پہنا سکا۔

② 140ھ میں خوارج کے اباضی فرقہ کے سربراہ عبد الاعلیٰ بن سمح المعافری کی خلافت کا دعویٰ کیا گیا اور چار سال تک یہ دعویٰ چلتا رہا۔ پھر 144ھ میں عباسی خلیفہ منصور نے اسے قتل کر دیا۔

③ مراکش کے شہر طنجہ میں خوارج کے امیر کی خلافت کا دعویٰ کیا گیا اور خوارج نے اسے امیر المؤمنین کہنا شروع کر دیا۔ پھر خالد بن حبیب فہری نے اسے قتل کر دیا۔

④ زبید کے حاکم معز اسماعیل بن طغتکین نے دعویٰ کیا کہ اس کا تعلق قریش کی شاخ بنو امیہ سے ہے، حالانکہ وہ اصلاً کردی تھا۔ اہل سنت کا منہج چھوڑ کر شیعہ ہو چکا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو خلافت کا حق دار ٹھہرایا اور ہادی کا لقب اختیار کر لیا۔ پھر 597ھ میں فوت ہو گیا۔

تفصیل کے لیے دیکھیے: «إعلان الخلافة الإسلامية رؤية شرعية واقعية» از علوی بن عبد القادر سقاف، http://dorar.net/article/1760

نواں شبہ:

مرتدوں سے قتال کفار سے قتال سے زیادہ ضروری ہے۔

شبہ کی تفصیل:

مرتدوں سے قتال کفار سے قتال سے زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿١٢٣﴾ ﴾

اے ایمان والو! ان کافروں سے جنگ کرو جن کا علاقہ تمہارے ساتھ ملتا ہے۔ اور ان کے ساتھ تمہیں سختی سے پیش آنا چاہئے اور یہ جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ [التوبة: 123]

اسی لیے اصلی کفار سے پہلے مرتد جہادی تنظیموں اور اسلامی حکومتوں خصوصاً عربی حکومتوں سے قتال زیادہ ضروری ہے۔

جواب:

پہلی بات: کسی بھی مخصوص شخص یا جماعت پر مرتد کا حکم لگانے سے پہلے ضروری ہے کہ تکفیر کی شرائط پوری کی جائیں اور موانع کو ختم کیا جائے۔

داعش اپنے مخالفین کو غیر کفریہ کاموں کی وجہ سے بھی کافر و مرتد قرار دے دیتی ہے۔ سابقہ اوراق میں اس کے تکفیر میں غلو اور اس مسئلہ میں اہل سنت کے منہج سے روگردانی کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

یہ شبہ خوارج کے ذہنی پاگل پن اور غلو کی پیداوار ہے۔ کیونکہ یہ لوگ مسلمانوں کو ان کے مرتد ہونے کا دعویٰ کر کے قتل کرتے ہیں۔ یہ ویسے ہی ہیں جیسے ان کے بارے میں

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ”مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو کچھ نہیں کہیں گے۔“ اس مسئلہ میں ان کی غلط فہمی نے انہیں غلو میں مبتلا کر دیا ہے۔

یہ ان کا پرانا منہج ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فانھم یستحلون دماء اھل القبلة لاعتقادھم انھم مرتدون اکثر مما یستحلون من دماء الکفار الذین لیسوا مرتدین (75)

”خوارج مسلمانوں کو مرتد سمجھ کر غیر مرتد کفار سے زیادہ قتل وغارت کا نشانہ بناتے ہیں۔“

- **تکفیر کی چار شرائط ہیں:**

① کتاب وسنت کے دلائل کی بناء پر کسی قول وفعل، عقیدہ کو اختیار کرنے یا ترک کرنے کے کفر ہونے کا ثبوت۔

② جس کی تکفیر کی جارہی ہے، اس کے وہ کام کرنے کا ثبوت۔

③ اس پر حجت قائم کر دی گئی ہو۔

④ اس میں کوئی موانع تکفیر نہ پایا جاتا ہو۔

- **موانع تکفیر درج ذیل ہیں:**

① **جہالت:** جس قول وفعل یا عقیدہ کی بناء پر اس کی تکفیر کی جارہی ہے، اسے معلوم ہی نہ ہو کہ یہ کفر ہے اور شریعت کے خلاف ہے۔

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ شام سے واپس آئے تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کو سجدہ کرنے کی اجازت طلب کی تو نبی کریم ﷺ نے ان کی تکفیر نہ کی بلکہ ان کو سمجھایا کہ سجدہ صرف اور صرف اللہ کے لئے ہے، غیر اللہ کے لئے سجدہ جائز نہیں ہے۔ (76)

② **خطاء:** کفریہ قول وفعل کا ارتکاب غلطی سے ہو جائے۔ اس قاعدے کی اصل اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا﴾

---

(75) الفتاویٰ: 497/28

(76) سنن ابن ماجه : 1853

"اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں تو ہم سے مؤاخذہ نہ کر" [البقرۃ: 286]

اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے «إن الله تجاوز عن امتي الخطأ والنسيان» میری امت سے خطا اور نسیان کو اللہ تعالی نے معاف فرمایا ہے۔یعنی بھول کر، جہالت کے ساتھ کوئی بندہ اگر کفریہ کام کرلیتا ہے تو اس کا مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا۔

③ **زبردستی:** کوئی اس سے زبردستی کفریہ قول یا فعل کا ارتکاب کروائے اور اس کے پاس اسے کیے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔یہ قاعدہ قرآن کی اس آیت سے لیا گیا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالی کا ارشاد گرامی ہے : ﴿ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ ○﴾

" سوائے اس کے جسے (کفریہ) مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو " [النحل: 106]

④ **تاویل:** وہ شخص کسی شبہ کی بنیاد پر کفریہ کام کو حق اور درست سمجھ کر سرانجام دے رہا ہو۔جیسا کہ ایک صحابی قدامہ بن مظعون نے قرآن پاک کی آیت کریمہ ﴿ لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ○﴾ "ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جو وہ کھاچکے، جب کہ وہ متقی بنے اور ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے ، پھر متقی بنے اور انہوں نے نیکی کی اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔" کو دلیل بناتے ہوئے شراب کو حلال سمجھ کر پی لیا۔

لیکن جب ان کا معاملہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچا اور صحابہ کرام سے مشورہ ہوا تو عمر فاروق اور علی مرتضی رضی اللہ عنھما اور دیگر علماء صحابہ نے متفقہ فیصلہ یہ جاری کیا کہ انہیں بتایا جائے کہ ان کا یہ استدلال درست نہیں اور پھر انہیں پوچھا جائے اگر یہ شراب

کی حرمت کا اقرار کرتے ہیں تو ان پر حد نافذ کی جائے گی یعنی (80) کوڑے اور اگر یہ شراب کے حلال ہونے پر ہی مصر رہے تب انہیں مرتد ہونے کی وجہ سے قتل کیا جائے گا۔

آپ ملاحظہ کیجیے کہ صحابہ کرام تکفیر تو دور کی بات کبیرہ گناہ کی سزاؤں میں بھی تاویل کو مد نظر رکھتے تھے۔

داعش نے جو تکفیر کی، وہ ان اوپر بیان کی گئی شرائط اور موانع سے خالی ہے۔ زیادہ تر ان کے کفر وار تداد اور کفار کی ایجنٹی کے فتوے شبہ اور غلو پر مبنی ہوتے ہیں۔ یا کسی کے قول و فعل سے لازم آنے والی چیز سے جڑے ہوتے ہیں۔ جبکہ یہ ساری وجوہات غلط اور باطل ہیں۔

داعش کی شرعی کمیٹی کا الجبهة الإسلامية اور اس کے رہنماؤں کے بارے میں فرمان اسی سوچ کا آئینہ دار ہے۔ کمیٹی کا بیان ہے: "الجبهة الإسلامية کے امراء نے اپنی جماعت کے قیام سے پہلے بھی اور بعد میں بھی کفریہ کاموں کا ارتکاب کیا ہے۔ ان میں سب سے خطرناک کام مذہبِ کفار کو صحیح کہنا اور اسے برقرار رکھنا ہے۔ اس کے علاوہ کفریہ کمیٹی کی سربراہی مرتدوں کو سونپ رکھی ہے اور یہ کمیٹی قومی اتحاد کے زیر کنٹرول ہے۔"

علم رکھنے والے ہر شخص کے نزدیک یہ گفتگو درج ذیل وجوہات کی بناء پر بالکل باطل ہے:

1۔ جہادی تنظیموں کی تکفیر کی بنیاد قومی اتحاد اور جنرل اسمبلی کی تکفیر پر ہے اور یہ بنیاد ہی ثابت نہیں۔ بلکہ اس میں عام مسلمانوں کا بھی اختلاف ہے۔ اگر کسی نے یہ بات کہی بھی ہے تو زیادہ سے زیادہ یہ اجتہاد کے قابل ظنی چیز ہے۔ اور جو چیز خود ایسی ہو، اس پر کسی دوسرے کی تکفیر کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔

کیونکہ یہ قاعدہ کہ "جو کسی کافر کی تکفیر نہ کرے، یا اس کے کفر میں شک کرے یا اس کے مذہب کو صحیح مانے تو وہ خود کافر ہے۔" قطعی کفر کے بارے میں ہے۔ ایسا شخص یا تو اصلی کافر ہوتا ہے یا شرائط کی موجودگی اور موانع کی عدم موجودگی کی بناء پر اتفاقی طور پر مرتد قرار دیا گیا شخص ہوتا ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”جو شخص غیر مسلموں کی تکفیر نہیں کرتا یا اس میں توقف کرتا ہے یا شک کرتا ہے یا ان کے مذہب کو صحیح قرار دیتا ہے تو ایسے شخص کی ہم تکفیر کرتے ہیں اگرچہ وہ اسلام کا اظہار کرے اور دیگر مذاہب کے باطل ہونے کا عقیدہ رکھے کیونکہ جو شخص غیر مسلموں کی تکفیر نہیں کرتا، وہ خود کافر ہے۔“

پھر انہوں نے اس کا سبب بیان کرتے ہوئے کہا: ”کیونکہ ان غیر مسلموں کے کفر پر نص اور اجماع موجود ہے۔ جو اس بارے میں توقف کرتا ہے وہ نص کو جھٹلاتا ہے۔“ (77)

لیکن اتفاقی طور پر مرتد قرار دیے جانے والے معین شخص کی تکفیر نہ کرنے والے کی تکفیر پر یہ قاعدہ فٹ نہیں بیٹھتا۔ کیونکہ کسی معین شخص پر ارتداد کا حکم قطعی نہیں ہوتا اور نہ اس پر اجماع ہوتا ہے اور نہ اس میں کتاب و سنت کی تکذیب ہوتی ہے۔ بلکہ یہ صرف اجتہاد ہوتا ہے جو درست بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی۔

لہٰذا ”جو کسی کافر کی تکفیر نہ کرے، یا اس کے کفر میں شک کرے یا اس کے مذہب کو صحیح مانے تو وہ خود کافر ہے۔“ والے قاعدہ کا تعلق نصوص شرعیہ کو رد کرنے اور ان کی تکذیب کرنے سے ہے، نہ کہ بعض مسلمانوں کے کفر میں مبتلا ہونے سے ہے۔ دونوں مسئلوں میں فرق واضح ہے۔

۲۔ جہادی تنظیموں کی تکفیر کی بنیاد قومی اتحاد اور جنرل اسمبلی کی تکفیر پر ہے۔ پھر تنظیموں کی تکفیر مرتد اراکین کو عہدے دینے کی وجہ سے بھی ہے۔ بلکہ اس کے بعد انہوں نے یہ بھی کہا ہے: ”جب جبہہ اسلامیہ کے امراء مثلاً: صدر مجلس شوریٰ ابو عیسیٰ الشیخ، عسکری قائد زہران علوش اور سیاسی کمیٹی کے صدر حسان عبود کا ارتداد ثابت ہو چکا ہے کیونکہ انہوں نے کفریہ کاموں کا ارتکاب کیا ہے، یعنی کفار و مرتدین کو عہدے دینا اور ان کے مذہب کو صحیح کہنا وغیرہ۔

تو یہ بات جاننا بھی ضروری ہے کہ جو بھی ان مرتدوں کے ساتھ ان کی حالت کو جاننے کے بعد ملے گا اور ان کے پرچم تلے قتال کرے گا، تو اس کا بھی وہی حکم ہو گا جو ان کا

(77) الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ: 610/2

ہے۔ امتِ توحید میں مرتدوں اور دشمنانِ دین کے ساتھ ملنے والوں پر اس حکم کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ان کا وہی حکم ہے جو اُن کا ہے۔"

اس عبارت کا مقصود یہ ہے کہ جو ان کی تکفیر نہیں کرتا، وہ بھی کافر ہے۔

یہ تکفیر کا تسلسل ہے جو تاریخ میں بدعتیوں کی طرف سے مشہور رہے۔

ابو الحسن ملطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "پھر بغدادی معتزلہ نے بصری معتزلہ کے عقیدہ پر اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ شک کرنے والے کے بارے میں شک کرنے والا اور اس شک کرنے والے کے بارے میں شک کرنے والا اور اس شک کرنے والے کے بارے میں شک کرنے والا، لامحدود چلتے جائیں، سبھی کافر ہیں اور ان کا وہی حکم ہے جو اولین شک کرنے والے کا ہے۔" (78)

عبد القاہر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی معتزلی کا قول نقل کیا ہے کہ: "کسی شک کرنے والے کے کفر میں شک کرنے والا خود کافر ہے۔ اسی طرح اس شک کرنے والے کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے اور یہ سلسلہ اسی طرح لامحدود چلتا جائے گا۔" (79)

پھر کسی قدری مرجئ کا قول نقل کیا ہے کہ: "فلاں مسئلہ میں شک کرنے والا کافر ہے اور اس شک کرنے والے میں شک کرنے والا کافر ہے اور اسی طرح ابد تک یہ معاملہ چلتا جائے گا۔" (80)

۲۔ اس مسئلہ میں داعش نے جن نصوص سے استدلال کیا ہے، وہ اصلی کافروں کے بارے میں ہیں، نہ کہ کسی خود ساختہ کافر کی تکفیر نہ کرنے والے کے بارے میں۔

داعش نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے: "جب قومی اتحاد اور جنرل اسمبلی کا حکم معلوم ہو گیا تو ہمارے نزدیک وہ پہلا تضاد بھی واضح ہو گیا جسے جبھہ اسلامیہ کے امراء نے خلط ملط کر دیا تھا یعنی جبھہ کے امراء کا مرتدوں کو عہدوں سے نوازنا اور ان کے کفریہ کاموں کی موافقت کرنا کیونکہ وہ ان کی جنرل اسمبلی کے رکن تھے، چاہے وہ براہِ راست بذاتِ خود کام

(78) التنبيه والرد على أهل الأهواء والبدع: 40/1
(79) الفرق بين الفِرق: 152/1
(80) الفرق بين الفِرق: 193/1

کر رہے تھے مثلاً: ابو عیسیٰ الشیخ، زہران علوش یا بالواسطہ جیسے حسان عبود، جس کا کردار ابو زبیر عبد الفتاح عروب ادا کرتا تھا۔ یہ چیز حسان کے علم میں تھی اور اس کی موافقت کے ساتھ ہو رہا تھا، لہٰذا اس کا بھی وہی حکم ہے جو براہِ راست کام کرنے والوں کا ہے۔

اور ہر وہ شخص جو رکن بنتا ہے یا ان کی مدد کرتا ہے یا ان کے جھنڈے تلے لڑتا ہے تو اس کا اور ان کا حکم ایک برابر ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

اگر تم میں سے کسی نے ان کو دوست بنایا تو وہ بھی انہیں سے ہے۔ یقیناً اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ [المائدۃ: 51]

یہ ساری گفتگو بالکل باطل ہے کیونکہ یہ آیت ایسے کفار سے دوستی لگانے کے بارے میں نازل ہوئی ہے جن کا کفر قطعی طور پر ثابت ہو۔ لیکن جس پر ارتداد کی تہمت ہو، اس سے دوستی کفر نہیں ہے!

چہ جائیکہ ان تنظیموں کی تکفیر درست ہو یا صرف دوستی کی بنیاد پر تکفیر درست ہو۔[81]

۳۔ قومی اتحاد یا جنرل اسمبلی سے تعلق کو دوستی سمجھنا سخت ترین جہالت ہے کیونکہ ثابت شدہ مرتد سے تعلق اس کے ارتداد سے موافقت یا رضامندی کی دلیل نہیں ہوتا۔ بلکہ اہل علم نے مرتد سے تعلق، خرید و فروخت اور دیگر معاملات کے بارے میں گفتگو کی ہے۔

زیادہ سے زیادہ جہادی تنظیموں کا یہی قصور بن سکتا ہے کہ وہ قومی اتحاد اور جنرل اسمبلی سے تعلق رکھے ہوئے ہیں جبکہ وہ کئی واضح طور پر کہہ چکی ہے کہ ہمیں ان کا خلافِ

(81) مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے فتویٰ بعنوان: «هل موالاة الكفار كفر بإطلاق؟»
http://islamicsham.org/fatawa/1592

اسلام کوئی بھی حکم منظور نہیں ہے۔ بلکہ آخر میں تو یہ ہوا کہ اسمبلی کے اراکین کی طرف سے خروج ہوا اور اتحاد کے اعتراف سے ہاتھ اٹھالیا گیا![82]

دوسری بات: یہ خیال کہ مرتدوں سے قتال اصلی کفار سے قتال سے زیادہ ضروری ہے اور اس پر سورت توبہ کی آیت سے استدلال غلط ہے۔ اس آیت میں ان کے لیے کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ اس سے ان کا استدلال غلط فہمی پر مبنی ہے۔

آیت سے مراد ملک فتح کرنے اور اسلام کی نشرواشاعت کے لیے کفار و مشرکین سے جہاد کا حکم ہے۔ اس میں تو سارے ملک برابر تھے۔ اس لیے حکم دیا کہ پہلے قریب والوں سے نمٹ لو۔ گویا یہ مسلمانوں کو حکم ہے کہ ان میں سے ہر قوم اپنے قریب والے کفار سے جہاد کرے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو حکم دیا ہے کہ کافروں سے لڑو تو پہلے ان لوگوں سے لڑو جو مرکز اسلام سے قریب تر ہیں۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین سے جنگ شروع کی تو جزیرۃ العرب سے ابتداء کی۔ مکہ، مدینہ، طائف، یمن، یمامہ، خیبر، حضرموت غرضیکہ جزیرۃ العرب کے اور دوسرے ممالک کو پہلے فتح کرلیا اور مسلمان بنا لیا اور عرب کے قبائل دین اسلام میں جوق در جوق شامل ہونے لگے۔ تو اب اہل کتاب سے جنگیں شروع ہونے لگیں اور روم سے جنگ کا ارادہ بن گیا۔ یہ لوگ جزیرہ عرب سے قریب رہنے والے تھے اور اس بات کی ضرورت تھی کہ دعوت اسلام کی سب سے پہلے انہی سے ابتداء ہو اور اس لیے بھی کہ وہ اہل کتاب تھے۔“ [83]

---

(82) داعش کا خیال ہے کہ جبہہ اسلامیہ کا جنرل اسمبلی سے خروج کافی نہیں ہے جب تک وہ یہ نہ مانیں کہ اسمبلی مرتد ہوچکی ہے اور ہم اس فعل سے توبہ کرچکے ہیں۔ داعش کا کہنا ہے: ”اگر جبہہ اسلامیہ کے امراء نے جنرل اسمبلی میں کام کرنا چھوڑ دیا ہے تو صرف کام چھوڑنا دائرہ اسلام میں داخلہ کے لیے کافی نہیں ہے جب تک وہ آئندہ آنے والی شرائط کو پورا نہ کریں۔ اور یہ اعلان کریں کہ ہم نے جنرل اسمبلی میں کام کرنا صرف اس لیے چھوڑا ہے کیونکہ وہ مرتد ہوچکی ہے، کسی اور وجہ سے نہیں چھوڑا۔“ یہ بات باطل و مردود ہونے میں کسی اور اشارہ کی محتاج نہیں ہے۔

(83) تفسیر ابن کثیر: 237/4

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''اس کی وجہ یہ ہے کہ سب سے پہلے مقصود اہل مکہ تھے، اس لیے ان سے ابتداء کرنا متعین ہو گیا۔ پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو قتال ان سے قریب تر لوگوں سے ہوا جو تکلیف دیتے تھے۔ یہاں تک کہ دعوت عام ہو گئی اور کلمہ حق ہر طرف پھیل گیا اور کوئی کافر باقی نہ بچا۔'' (84)

سارے مفسرین اور اہل علم نے یہی بات کی ہے۔ اگر طوالت کا ڈر نہ ہوتا تو ہم سب کی گفتگو یہاں نقل کر دیتے۔ صاحبِ ذوق اس آیت کی تفسیر مختلف تفاسیر میں دیکھ لیں۔

لہٰذا اس آیت میں:

1۔ مرتدوں سے قتال کی بات نہیں ہو رہی، بلکہ یہ کفار سے قتال کی نص ہے۔
2۔ اس میں ایسا کوئی اشارہ نہیں ہے کہ دوسروں سے پہلے دشمنوں سے قتال کی ابتداء کی جائے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ داعش نے احکام تکفیر میں بہت ٹھوکریں کھائی ہیں۔ اس نے جہالت و غلو کی بناء پر مسلمانوں کی تکفیر کی اور انہیں مرتد ٹھہرایا اور پھر اسی کی بناء پر ان کی جان و مال کو لوٹنا حلال سمجھ لیا۔ حالانکہ اصل غلطی ان کی اپنی تھی کہ انہوں نے اپنے غالی عقائد کی بناء پر اصلی کافر جیسے دشمن سے قتال کی نصوص کو اپنے بنائے ہوئے مرتدوں پر فٹ کر دیا۔

---

(84) تفسير القرطبي: 350/2

دوسری قسم:
داعش سے قتال کے متعلق شبہات کا رد

دسواں شبہ:

مذاکرات سے پہلے ہی داعش سے قتال کرنے میں جلدی کیوں کی جارہی ہے؟

شبہ کی تفصیل:

شام میں موجود جہادی تنظیمیں اور عرب ممالک مذاکرات سے پہلے ہی داعش سے قتال کرنے میں جلدی کررہی ہیں۔ حالانکہ اس سے اگر رابطہ کیا جاتا تو خون نہ بہتا اور جنگ ختم ہوجاتی۔

جواب:

حقیقی طور پر سب سے پہلے ان سے مکالمہ ہی کیا گیا تھا۔ انہیں نصیحت کی گئی تھی اور شریعت سے فیصلہ کروانے کی دعوت دی گئی تھی لیکن داعش کے سخت رویہ کی وجہ سے بار بار کی جانے والی کوششوں کے باوجود اس مکالمہ اور دعوت کا کچھ بھی نتیجہ نہ نکل سکا۔ درج ذیل نکات کے ذریعہ بات واضح ہوجائے گی:

پہلی بات: جیسے ہی داعش نے اپنی موجودگی کا اعلان کیا تو فوراً ساری شرعی کمیٹیوں اور شام کے علمی حلقوں نے اس مسئلہ کے حل کے لیے اپنی کوششیں شروع کردیں۔

پھر داعش کے موقف میں تبدیلی اور دیگر جہادی تنظیموں پر ظلم وزیادتی کے ساتھ ساتھ ان کمیٹیوں کی طرف سے بھی موقف اور بیانات سامنے آتے رہے۔ مثلاً ایک بیان «بيان إلى الفصائل والكتائب المجاهدة في سوريا» کے نام سے سامنے آیا جس میں بڑے ٹھنڈے انداز میں درج ذیل باتوں پر زور دیا گیا:

① نصیری قبضے کو ہٹانے کے بنیادی ہدف کی خاطر تمام جہادی تنظیموں کا اتحاد ضروری ہے۔
② تفرقہ بازی سے گریز کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ بہت خطرناک ہے۔
③ آپس میں اصلاح ضروری ہے۔ اگر جہادی تنظیمیں آپس میں صلح نہیں کر سکتیں تو فیصلہ اور متفقہ اعلامیہ کے لیے اتفاق رائے سے علماء اور حکماء کا ایک شرعی بورڈ بنایا جائے۔
④ دیگر جہادی تنظیموں کی تکفیر اور قتل سے گریز کیا جائے۔ کیونکہ اس میں بہت سے خطرات پوشیدہ ہیں۔ اس کی وجہ سے ایسا فتنہ کھڑا ہو گا کہ سبھی اس کی لپیٹ میں آ جائیں گے۔[85]

پھر «حول تصرفات تنظيم الدولة الإسلامية في العراق والشام» کے نام سے ایک بیان جاری کیا گیا جس میں داعش کی اہم خلاف ورزیوں کو تفصیل سے بیان کیا گیا، اور اس میں یہ طے پایا:

① حق کی طرف پلٹنے، مخلص ناصحین کی بات سننے اور اپنی مذکورہ غلطیوں اور خطاؤں کو درست کرنے تک داعش کے رہنماؤں کو مسلسل دعوت دی جائے۔
② داعش کی سرکشی اور زیادتی کے نتیجہ میں جو جرائم اور دینی خلاف ورزیاں سامنے آ رہی ہیں، ان کی ساری ذمہ داری اسی پر ہے۔
③ جن اہل علم کی داعش والے بات مانتے ہیں، ان سے اپیل ہے کہ گول مول باتوں کی بجائے حق اور سچ بولیں۔
④ شام میں جہاد کے حامیوں کو دعوت دی جائے کہ اللہ سے ڈریں اور اپنے اور مسلمانوں کے اموال صحیح جگہ بھیجیں تاکہ یہ مال مسلمانوں کا خون بہانے اور مجاہدین کی قوت کو توڑنے کا سبب نہ بن جائے۔[86]

---

(85) مزید تفصیل کے لیے یہ بیان دیکھیے: «بيان إلى الفصائل والكتائب المجاهدة في سوريا» .http://islamicsham.org/letters/1312

(86) مزید تفصیل کے لیے یہ بیان دیکھیے: «بيان حول تصرفات تنظيم (الدولة الإسلامية في العراق والشام» http://islamicsham.org/letters/1431.

جہاں تک ممکن ہو سکا داعش کے رہنماؤں سے مل کر خفیہ بھی اور علانیہ بھی یہ نصیحتیں کی گئیں، لیکن داعش کا غلو بڑھتا گیا اور وہ حق سے دور ہوتی گئی۔

دوسری بات: داعش کا اپنی ہم فکر جماعت القاعدہ کی قیادت اور داعش کے درمیان بہت سی ملاقاتیں اور مکالمے ہوئے۔ مشہور ترین وہ مکالمہ ہے جو داعش اور القاعدہ کے تکفیری مفتی ابو محمد مقدسی کے درمیان ہوا۔ خفیہ طور پر بھی اس کے بہت سے مکالمے ہوئے۔ اس نے داعش کے موقف کی تردید میں بہت سے مضامین بھی لکھے۔ آخر کار وہ ایک بیان دینے پر مجبور ہوا جس کا عنوان تھا: «في بيان حال (الدولة الإسلامية في العراق والشام) والموقف الواجب تجاهها» اس میں اس نے لکھا: ’’امید ہے کہ آپ کے علم میں ہو گا کہ ہم نے بھی دیگر علماء اور مجاہدین کی طرح اصلاح کی پوری کوشش کی۔ ہم نے اس اختلاف اور لڑائی کو ختم کرنے کے لیے داعش کے بڑوں سے، جن میں بغدادی بھی شامل ہے، خط وکتابت کی۔ جس طرح ہم نے علانیہ نصیحت اور خیر خواہی کی، اسی طرح پوشیدہ بھی ہم نے یہ کام کیا۔ ہم نے ممکنہ حد تک اس کے سرکاری ترجمان عدنانی کی زیادتیوں کا نوٹس لیا۔۔۔ اسی طرح ہم نے داعش کے شرعی ذمہ داروں سے بھی خط وکتابت کی۔ ہمارے پاس اس خط وکتابت کے سارے ثبوت موجود ہیں جن سے اس کی دھوکے بازی، غلط فہمی، مجاہدین پر جھوٹ اور ایسی ناقابل بیان باتیں ظاہر ہیں جو ان مجاہدین کے تو بالکل بھی لائق نہیں جن کا یہ دعویٰ ہے کہ وہی میدان جہاد میں کھڑے ہونے والے، عدل وانصاف کرنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے ہیں اگرچہ اپنے خلاف ہی ہو۔۔۔

یہ بیان اپنی قیادت کی نافرمان اس تنظیم کے شرعی تحفظ سے رجوع ہے۔ یہ بیان اس کے غلو پسند منہج اور بے گناہوں کے قتل سے بیزاری کا اعلان ہے۔ یہ تنظیم جہاد اور مجاہدین کو بدنام کر رہی ہے اور اپنے انحرافات، ظلم وزیادتی اور احکامِ الٰہی پر عمل پیرا نہ ہونے کی وجہ سے صراطِ مستقیم سے بھٹک چکی ہے۔

داعش کے انہی انحرافات، فیصلہ سے بھاگنے اور تمام کوششوں پر پانی پھیرنے کی وجہ ہم اس بیان کو جاری کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ چونکہ اس نے شریعت پر عمل پیرا ہونے

اور حقوق کو بجالانے سے انکار کر دیا ہے جیسا کہ پہلے اپنے قائدین کی اطاعت سے انکار کیا تھا تو ہم پر یہ لازم ہو گیا کہ بقدر استطاعت اسے دعوت دینے کے بعد سچ بات علانیہ کھول کر بیان کر دی جائے۔ لیکن داعش اور اس کے سر کردہ لوگ ابھی بھی اپنے انحرافات پر ڈٹے ہوئے اور حق بات کو قبول کرنے سے انکاری ہیں۔"

اس کے علاوہ بھی بہت سے مکالمے اور مذاکرات ہوئے لیکن انجام یہی ہوا کہ داعش نے اپنی ہم فکر جماعت جبھۃ النصرۃ کی بات کو بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ آخر میں شاید یہ بیان سامنے آیا: «مبادرة الهدنة بين الفصائل» جسے مرتب کرنے والے داعش کی ہم فکر جماعت القاعدہ سے قربت رکھنے والے بہت سے طالب علم ہیں۔ اس میں بیان شدہ اہم باتیں یہ ہیں: "ہم عراق اور شام میں موجود تمام جہادی تنظیموں کو باہمی جنگ وجدل سے رکنے کی دعوت دیتے ہیں اور اس کا آغاز عرفہ کی رات سے کرتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ اس عظیم دن میں جمع ہونے والے مسلمانوں کی دعاؤں کی بدولت شام اور اہل شام پر اپنے رحمتیں نازل فرمادے۔۔۔

دین کے مددگار بھائی طرفین کے درمیان حدود کی پاسداری کریں تاکہ باہمی جھگڑوں میں کمی آسکے۔"

اس کاروائی کے لیے دس دن کی توسیع کی گئی جو داعش کی طرف سے کسی قسم کی موافقت ظاہر کیے بغیر ختم ہو گئی۔ پھر مزید ٹائم دیا گیا لیکن داعش کی طرف سے کسی موافقت کا اظہار نہیں کیا گیا۔

تیسری بات: لازم ہے کہ مذاکرات کی طوالت اور استمرار بے گناہوں کے قتل کا سبب نہ بننے پائے۔ ظالموں پر حجت قائم کرنے اور ان کے ظلم کو ختم کرنے میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو خوارج سے بات چیت کے لیے بھیجا۔ انہوں نے گفتگو کی اور ان پر حجت قائم کر دی، پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کا حکم دے دیا۔

ہر زمان ومکان میں مسلمانوں کا خوارج سے یہی سلوک رہا ہے۔

چوتھی بات: جن دنوں داعش سے دیگر تنظیموں کے مذاکرات اور گفتگو چل رہی تھی، داعش نے دھوکا دہی اور خیانت کرتے ہوئے ان تنظیموں کے کیمپوں میں موجود مجاہدین اور قائدین پر حملہ کر کے بہت سوں کو شہید کر دیا۔ حالانکہ پہلے انہیں امان دے چکے تھے۔

اس طرح داعش نے طرفین میں ہونے والے معاہدوں اور مذاکرات میں طے پانی والی شرائط کی کھلم کھلا خلاف ورزی کی ہے۔

پانچویں بات: داعش کے ان مذاکرات کو ٹھکرانے کی وجہ یہ ہے کہ داعش خود کو ہی ریاست سمجھتی ہے اور دیگر کو صرف تنظیم اور اسلامی ممالک کو مرتد سمجھتی ہے۔ اپنے آپ کو حق اور دیگر کو باطل سمجھتی ہے۔ اس کے خیال کے مطابق تمام جھگڑوں کو مٹانے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ دیگر تنظیمیں اپنے آپ کو داعشکے ساتھ ملا دیں اور داعش کی سربراہی کا اعلان کر دیں۔ اسی کی عدالتوں میں اپیل کریں۔

اس سوچ میں جہاں دیگر تنظیموں اور اسلامی ممالک سے ان کا قانونی جواز اور حق سچ چھیننے میں غلو واضح ہے، اس کے ساتھ ساتھ جھگڑوں کا فیصلہ کرنے کے طریقوں اور مخالفین سے معاملات طے کرنے سے لاعلمی بھی ظاہر ہو رہی ہے۔ حالانکہ سلف صالحین اپنے دشمنوں کے ساتھ ہی قاضی کے سامنے فیصلہ کروانے کے لیے بیٹھ جاتے تھے اور کوئی چیز انہیں اس سے نہیں روکتی تھی۔ یہی شریعتِ محمدی اور عدل وانصاف کا تقاضا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ داعش نے ہر قسم کی نصیحت اور گفتگو سے انکار کر دیا ہے چاہے وہ عام اہل علم سے ہو یا داعش سے قربت رکھنے والی تحریکوں سے ہو۔ بلکہ اس کے اپنے سابقہ کارکنوں اور قائدین سے ہی کیوں نہ ہو۔ اس نے سب پر الزام تراشی کی، انہیں کافر کہا، ان سے دھوکا کیا اور ان سے کیے ہوئے معاہدوں کو توڑا۔ لہٰذا یہ کہنا کہ داعش سے قتال سے پہلے کوئی مذاکرات کی میز نہیں سجائی گئی یا گفتگو نہیں کی گئی، خالص جھوٹ اور بہتان ہے۔

گیارواں شبہ:

داعش کی صفوں میں کچھ فریب خوردہ ہیں اور کچھ اچھی نیت رکھنے والے بھی ہیں۔

شبہ کی تفصیل:

داعش سے قتال کیسے کیا جاسکتا ہے، حالانکہ ان میں فریب خوردہ بھی ہیں اور کچھ خیر کا ارادہ رکھتے ہیں اور خیر کی مدد کی نیت سے آئے ہوئے ہیں۔ تو کیسے تم لوگ اس سے لڑنے اور انہیں قتل کرنے کو جائز سمجھتے ہو؟

جواب:

پہلی بات: ایسے گروہ جو قوت وشوکت، طاقت اور با اختیار قیادت رکھتے ہوں، جن کی بات سنی اور مانی جاتی ہے اور جن کے جھنڈے تلے لڑا جاتا ہے، ان سے معاملہ کرتے وقت پورے گروہ کو بحیثیت مجموعی دیکھا جاتا ہے کہ اس میں کس قسم کے لوگ ہیں اور اس کے عقائد واعمال کیسے ہیں؟

اگر کوئی گروہ خارجی عقائد کا اظہار کرے تو وہ خوارج کا گروہ ہے۔ اگر رافضی عقائد کا اظہار کرے تو رافضی گروہ ہے۔ اگر بغاوت ظاہر ہو تو باغیوں کا گروہ ہے۔ تمام گروہوں سے یہی سلوک کیا جاتا ہے حتیٰ کہ کافر ومرتد گروہوں کو بھی اسی طرح مجموعی حیثیت سے دیکھا جاتا ہے۔ کوئی مسلمان گروہ ہو یا غیر مسلم، اس میں ہر طرح کے بندے ہوتے ہیں۔ جاہل، مجبور، فریب خوردہ، نیک نیت، دنیوی مال غنیمت کے لالچی وغیرہ۔ لیکن ہر تنظیم سے ویسا ہی سلوک کیا جاتا ہے جیسے اس کے عمومی افراد ہوتے ہیں۔ بعض افراد کی وجہ سے حکم تبدیل نہیں ہوتا۔

اگر کسی گروہ سے کسی وجہ سے لڑائی شروع ہو جائے تو تمام افراد سے ہو گی کیونکہ اس وقت وہ گروہ کی شکل میں ہوں گے۔ ان سے بغیر کسی تفریق کے لڑائی کی جائے گی۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قبائلی سرداروں، بادشاہوں اور امیروں سے بات چیت کرتے تھے۔ انہیں خبردار کرتے تھے اور ان پر حجت قائم کرتے تھے۔ اگر وہ صلح کر لیتے یا مشرف بہ اسلام ہو جاتے تو یہ صلح ان کی پوری قوم کے لیے ہوتی تھی۔ سب کا جان و مال محترم ٹھہرتا تھا۔ اگر لڑتے تو سب سے لڑائی کی جاتی اور ان کے جان و مال کو لوٹا جاتا۔ ایسا نہیں ہوتا تھا کہ قوم یا لشکر کے ہر فرد سے کوئی علیحدہ سلوک کیا جاتا۔

پھر صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم نے مانعینِ زکاۃ سے قتال کیا اور ان کے شہروں کو فتح کیا۔ اسی طرح خوارج سے بھی صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم نے جنگ کی۔ اہل علم کے اقوال و اعمال میں بھی ہمیں یہی چیز نظر آتی ہے۔ کسی نے بھی یہ شرط نہیں لگائی کہ جنگجوؤں کی صفوں میں کوئی فریب خوردہ یا جاہل نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ پھر تو جہاد فی سبیل اللہ ہو ہی نہیں سکتا!

امام ابن تیمیہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے بار بار شام پر حملہ آور ہونے والے تاتاریوں کے بارے میں پوچھا گیا جو اسلام کا اظہار تو کرتے تھے لیکن شریعت کی بہت سی باتوں پر عمل پیرا نہ تھے، کہ ان کا کیا حکم ہے اور ان سے لڑنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ”ہر وہ گروہ جو شریعت اسلامیہ کے تواتر سے ثابت ہونے والے ظاہری احکام پر عمل نہ کرے، چاہے وہ تاتاری ہوں یا کوئی اور، اس کے خلاف قتال واجب ہے یہاں تک کہ وہ پوری شریعت کی پابندی کرنے لگے۔ اگرچہ وہ شہادتین کا اقرار کرتا ہو اور چند دینی احکام پر عمل پیرا بھی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اور صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم نے مانعین زکاۃ سے جہاد کیا تھا۔ بعد کے فقہاء کا اسی پر اتفاق ہے۔“ (87)

دوسری بات: اگر ان گروہوں میں ایسے افراد موجود ہیں جو جہالت یا فریب خوردگی وغیرہ کا عذر رکھتے ہیں تو انہیں قیامت کے دن ان کی نیتوں کے مطابق اٹھایا جائے گا جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ”یہ عجیب بات ہے کہ (آخری زمانہ میں) میری

---

(87) الفتاویٰ: 502/28

امت میں سے کچھ لوگ بیت اللہ کی پناہ لینے والے قریش کے ایک آدمی کے خلاف (کاروائی کرنے کے لیے) بیت اللہ کا رخ کریں گے، یہاں تک کہ جب وہ چٹیل حصہ میں ہوں گے تو انہیں (زمین میں) دھنسا دیا جائے گا۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! راستہ تو ہر طرح کے لوگوں کے لیے ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، ان میں سے کوئی اپنی مہم سے آگاہ ہوگا، کوئی مجبور اور کوئی مسافر ہوگا، وہ سب اکٹھے ہلاک ہوں گے اور (قیامت کے روز) واپسی کے مختلف راستوں پر نکلیں گے، اللہ انہیں ان کی نیتوں کے مطابق اٹھائے گا۔" (88)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: "میں نے کہا: یارسول اللہ! جو مجبوراً ان کے ساتھ شامل ہوگا، اس کا کیا بنے گا؟ فرمایا: اسے بھی ان کے ساتھ دھنسا دیا جائے گا، البتہ قیامت کے دن اس کو اس کی نیت کے مطابق اٹھایا جائے گا۔" (89)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص کسی قوم کا ہجوم بڑھاتا ہے، دنیاوی سزاؤں میں اس پر بھی وہی حکم لاگو ہوگا جو پوری قوم پر ہوگا۔" (90)

تیسری بات: اس طرح کے شرعی عذر رکھنے والے بندوں کی موجودگی کی وجہ سے داعش کو کھلی چھٹی نہیں دی جاسکتی کہ وہ جیسے چاہے مسلمانوں کا خون بہائے، ان کا مال لوٹے اور ان کے جہاد کو بدنام کرے۔ بلکہ اس طرح تو جہاد کی ایک قسم معطل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اگلے شبہ میں اس کی تفصیل آرہی ہے۔

خلاصہ کلام: کسی بھی تنظیم یا گروہ سے وہی سلوک کیا جائے گا جو مجموعی طور پر اس گروہ کا طرہ امتیاز ہوگا۔ چند جاہل اور فریب خوردہ لوگوں کی وجہ سے اس پورے گروہ کو بخشا نہیں جائے گا۔ داعش جیسے خارجی ٹولہ سے بھی یہی سلوک کیا جائے گا۔ اگر تنظیم میں شامل کسی بندے کا کوئی عذر ہوگا تو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کا حساب کرلیں گے۔

---

(88) صحيح البخاري: 2118، صحيح مسلم: 2884

(89) صحيح مسلم: 2882

(90) شرح النووي: 7/18

بارہواں شبہ:

مسلمان سے لڑائی فتنہ ہے اور شریعت نے فتنہ والی لڑائی سے منع کیا ہے۔

شبہ کی تفصیل:

رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے درمیان پیدا ہونے فتنہ سے علیحدہ رہنے کی تلقین کی ہے اور بہت سی احادیث میں اس فتنہ میں ہونے والی لڑائی میں شرکت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ مثلاً فرمایا: «إِذَا التَقَى المُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالقَاتِلُ وَالمَقْتُولُ فِي النَّارِ».

"جب دو مسلمان تلواریں لے کر ایک دوسرے کے بالمقابل آتے ہیں تو قاتل ومقتول دونوں جہنمی ہوتے ہیں۔" (91)

دوسری جگہ فرمایا:

«سَتَكُونُ فِتْنَةٌ الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي، وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي، قَالَ: " فَإِنْ أَدْرَكْتَ ذَاكَ، فَكُنْ عَبْدَ اللهِ الْمَقْتُولَ، قَالَ أَيُّوبُ: وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ، وَلَا تَكُنْ عَبْدَ اللَّهِ الْقَاتِلَ»

عنقریب فتنہ نمودار ہوگا جس میں بیٹھا ہوا کھڑے سے، کھڑا چلنے والے سے اور چلنے والا بھاگ دوڑ کرنے والے سے بہتر ہوگا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ فتنہ تمہاری زندگی میں ظاہر ہوجائے تو اللہ کے مقتول بندے بننا۔ راویٔ حدیث ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہی یاد ہے کہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ اللہ کے قاتل بندے نہ بننا۔" (92)

---

(91) صحيح البخاري: 31، صحيح مسلم: 2888

(92) مسند أحمد: 21064۔ اس کی اصل صحیحین میں موجود ہے۔

پھر صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین کا یہی طرز عمل رہا ہے کہ وہ فتنوں سے علیحدہ رہتے تھے اور اس میں شرکت نہیں کرتے تھے۔ ان سب باتوں کے باوجود تم داعش سے قتال کو جائز کیسے قرار دیتے ہو؟

جواب:

پہلی بات: مسلمانوں کے درمیان ہونے والا ہر قسم کا قتل و قتال شرعاً ممنوع نہیں ہے۔ بلکہ کچھ قتل و قتال کا حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً:

1۔ قاتل کو بطور قصاص قتل کرنا۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۝۱۷۹﴾

اور اے اہل دانش! تمہارے لیے قصاص ہی میں زندگی ہے۔ (اور یہ قانون اس لیے فرض کیا گیا ہے) کہ تم ایسے کاموں سے پرہیز کرو۔ [البقرة: 179]

2۔ شرعی قانون پر عمل پیرا ہونے سے گریزاں باغی گروہ سے قتال کرنا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۝۹﴾

اور اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو۔ پھر اگر ان میں سے کوئی فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ پھر اگر وہ لوٹ آئے تو ان کے درمیان انصاف سے صلح کرا دو اور انصاف کیا کرو۔ کیونکہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ [الحجرات: 9]

3۔ احادیث نبویہ میں جن خوارج کی نشانیاں بیان کی گئی ہیں، ان سے لڑائی کرنا۔ مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔

دوسری بات: فتنہ والی لڑائی سے کیا مراد ہے؟ اہل علم نے اسے خوب واضح کیا ہے:

اس سے وہ قتال مراد ہے جس میں حق کا پتہ نہ چل رہا ہو یا کسی غیر شرعی مقصد کے حصول یا ظلم کے لیے قتال کیا جارہا ہو۔

امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ: حدیث «إِذَا التَقَى المُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالقَاتِلُ وَالمَقْتُولُ فِي النَّارِ» کے تحت لکھتے ہیں: ”اس سے مراد وہ دو مسلمان ہیں جو متعصب اور فتنہ باز لوگوں کی طرح ایک دوسرے پر ظلم کا ارادہ رکھتے ہوں۔“ (93)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”اس حدیث کی وضاحت یوں ہے کہ جب حق واضح نہ ہو یا دونوں گروہ ظالم ہوں اور ان میں سے کسی ایک کے پاس بھی کوئی تاویل نہ ہو۔“ (94)

تیسری بات: ظالم، باغی، سرکش اور جان ومال کے دشمن کے خلاف قتال فتنہ والی ممنوع لڑائی نہیں ہے۔ بلکہ ایسے قتال کا شرعاً حکم ہے۔

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”اگر مسلمانوں کے دو گروہوں میں ہونے والے ہر اختلاف میں فیصلہ نہ کرنا اور منہ پھیر لینا واجب ہوتا تو حق کا بول بالا اور باطل کا منہ کالا نہ ہو سکتا۔“ (95)

امام ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”جب دو گروہوں میں سے کسی ایک کی طرف سے بغاوت ظاہر ہو رہی ہو تو پھر کسی مسلمان کے لیے باغی گروہ سے لڑائی کرنے سے پیچھے رہنا جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ ﴾ ”تو زیادتی کرنے والے سے لڑو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔“ اس لیے اگر مسلمان باغیوں سے قتال کرنے سے گریز کریں تو اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل نہیں ہو گا۔“ (96)

چوتھی بات: شریعت نے خوارج سے قتال کا حکم دیا ہے اور ترغیب بھی دی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کے بارے میں فرمایا تھا: «لَئِنْ أَنَا أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ»

---

(93) أحكام القرآن: 47/4
(94) شرح النووي: 10/18
(95) تفسير القرطبي: 317/16
(96) شرح صحيح البخاري: 31/10

"اگر یہ میرے سامنے ہوگئے تو میں انہیں عاد کی طرح بالکل نیست ونابود کردوں گا۔" (97)

دوسری حدیث میں فرمایا: «فَأَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» "جہاں بھی ملیں، انہیں قتل کردینا کیونکہ ان کا قتل روزِ قیامت قاتل کے لیے باعثِ اجر ہوگا۔" (98)

صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی فہم تھا۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "جمہور اہل علم دین سے نکلنے والے خوارج اور اہل جمل و صفین اور غیر اہل جمل و صفین، جنہیں تاویل کرنے والے باغی شمار کیا جاتا ہے، میں فرق کرتے ہیں۔ یہی صحابہ رضی اللہ عنہم کا معروف موقف ہے۔ اکثر اہل حدیث، فقہاء اور متکلمین کا بھی یہی مذہب ہے۔ اکثر ائمہ اور ان کے پیروکار مثلاً: مالک، احمد اور شافعی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کے پیروکاروں کی رائے بھی یہی ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ خوارج سے قتال کرکے بہت خوش تھے اور بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج سے لڑنے کا حکم دیا تھا۔ جہاں تک جنگِ صفین کا تعلق ہے تو اس بارے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اپنا فرمان ہے کہ اس بارے میں ان کے پاس کوئی شرعی نص نہیں تھی بلکہ یہ تو محض ان کی ذاتی رائے تھی۔ بعض اوقات وہ نہ لڑنے والوں کی تعریف بھی کیا کرتے تھے۔۔۔ جبکہ خوارج سے قتال کا نہ صرف حکم دیتے تھے، بلکہ اس کی ترغیب دیتے تھے۔ لہٰذا ایک طرف وہ معاملہ ہے جس کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ حکم دیتے ہیں اور ترغیب دلاتے ہیں اور دوسری طرف وہ کہ جسے چھوڑنے والے کی تعریف کرتے ہیں، انہیں برابر کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟

جو شخص صحابہ کے جمل و صفین میں لڑائی اور ذو الخویصرہ تمیمی اور اس جیسے ظالم خوارج سے لڑائی کو برابر قرار دیتا ہے، وہ دراصل علم اور جہالت کو برابر قرار دیتا ہے۔"

---

(97) صحیح البخاري: 3344، صحیح مسلم: 1064

(98) صحیح البخاري: 6930، صحیح مسلم: 1066

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس فتنہ والے قتال سے منع کیا گیا ہے، اس میں حق واضح نہیں ہوتا یا وہ کسی غیر شرعی مقصد کے حصول کی خاطر ہوتا ہے۔ جبکہ خوارج سے قتال شرعی حکم ہے۔ یہ فتنہ والا قتال نہیں ہے جیسا کہ داعش سے قتال کیا جارہا ہے۔

تیرہواں شبہ:

داعش سے قتال مصلحت کو نظر انداز کرنا ہے۔

شبہ کی تفصیل:

داعش سے قتال کرنے یا اس کا رد کرنے میں کوئی مصلحت نظر نہیں آتی بلکہ مصلحت اسی میں ہے کہ نصیری قبضے کے خلاف توانائیوں کو متحد کیا جائے تاکہ محنت اختلاف کا شکار نہ ہو اور فساد کمزور نہ پڑے۔ جبکہ داعش سے قتال میں کسی کی مصلحت نہیں ہے تو کیوں نہ باہمی اختلافات کے حل کو فتح ملنے تک کے لیے ملتوی کر دیا جائے؟

جواب:

مذکورہ بات کی بنیاد موجودہ مسئلہ کے زمینی حقائق کی صحیح تصویر کو نہ سمجھنے پر قائم ہے۔ داعش کی غلط حرکتوں، کرتوتوں اور اس سے مذاکرات کی کوششوں کے ناکام ہونے کا تذکرہ پچھلے صفحات میں تفصیل سے کیا جا چکا ہے۔ اس وقت سب سے اہم فرض یہی ہے کہ داعش کا دلیل اور تلوار سے مقابلہ کیا جائے اور ہر میدان میں اسے زک پہنچائی جائے۔ اس اجمال کی تفصیل نکات کی صورت میں ملاحظہ فرمائیں:

پہلی بات: اہل بدعت کی تردید اور ان کی گمراہیوں اور انحرافات کا پردہ چاک کرنا افضل ترین اعمال میں سے ہے کیونکہ اس میں دین کی حمایت ہے، دین کو غالیوں اور بدعتیوں کے اثرات سے تحفظ فراہم کرنا ہے اور مخلوق کو ان سے دھوکے سے بچانا ہے۔ اس میں بنیادی پانچ ضرورتوں میں سے سب سے اہم ضرورت کا تحفظ ہے یعنی دین کی حفاظت ہے۔ اسی وجہ سے اہل بدعت کا رد اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد امام حُمَیدِی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ترکوں سے لڑنے سے مجھے ان لوگوں سے لڑنا زیادہ محبوب ہے جو حدیثِ رسول کو رد کرتے ہیں۔'' (99)

امام فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اگر کسی کے پاس ایک شخص نے آکر مشورہ کیا اور اس نے اسے کسی بدعتی کے پاس بھیج دیا تو در حقیقت اس نے اسلام کو دھوکا دیا۔'' (100)

امام یحییٰ بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''سنت کا دفاع جہاد سے افضل ہے۔'' (101)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''کسی محدث نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: مجھے یہ کہنا بہت مشکل محسوس ہوتا ہے کہ فلاں بندہ ایسا تھا اور فلاں ایسا تھا۔ اس پر امام صاحب فرمانے لگے: اگر تم بھی خاموش ہو جاؤ اور میں بھی خاموش ہو جاؤں تو پھر لاعلم شخص کو صحیح اور کمزور راویوں کے بارے میں پتہ کیسے چلے گا؟

کتاب و سنت کے خلاف باتیں اور عبادات کرنے والے ائمہ بدعت کا حال بیان کرنا اور امت کو ان سے بچانا بالاتفاق واجب ہے۔ حتیٰ کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا: نمازی، روزے دار اور معتکف آپ کو زیادہ پسند ہے یا اہل بدعت کے بارے میں گفتگو کرنے والا؟ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: نمازی، روزے دار یا معتکف کا فائدہ صرف اسی کی ذات کو ہے۔ جبکہ اہل بدعت کے بارے میں بات کرنے والا تمام مسلمانوں کا فائدہ کرنے والا ہے۔ لہٰذا یہی بہتر ہے۔ گویا اس طرح امام صاحب نے واضح کر دیا تمام مسلمانوں کو دینی اعتبار سے فائدہ پہنچانا جہاد فی سبیل اللہ ہی ہے۔'' (102)

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: فقوام الدين بالعلم والجهاد، ولهذا كان الجهاد نوعين: جهاد باليد والسِّنان، وهذا المشارك فيه كثير، والثاني الجهاد بالحجة

---

(99) ذم الكلام وأهله: 71/2۔ ترکوں سے مراد وہ قبائل ہیں جو ایشیاء میں مقیم تھے اور اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

(100) أصول الاعتقاد للالكائی: 155/1

(101) الفتاویٰ لابن تیمیة: 13/4

(102) الفتاویٰ لابن تیمیة: 231/28

والبيان، وهذا جهاد الخاصة من أتباع الرسل، وهو جهاد الأئمة، وهو أفضل الجهادين لعظم منفعته وشدة مؤنته وكثرة أعدائه". [103]

"دین کا قیام علم اور جہاد کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے جہاد کی دو قسمیں ہیں۔ تیر اور تلوار کے ذریعہ جہاد، جس میں بہت سے لوگ شریک ہوتے ہیں اور دوسرا حجت اور بیان کے ذریعہ جہاد۔ یہ جہاد رسولوں کے پیروکاروں کا خاصہ ہے۔ یہی ائمہ کا جہاد ہے۔ جہاد کی دونوں قسموں میں سے یہ افضل ہے کیونکہ اس کا نفع زیادہ، محنت سخت اور دشمن بکثرت ہوتے ہیں۔"

دوسری بات: جب اہل بدعت کی حالت بیان کرنے کی یہ اہمیت ہے تو خوارج کا حال بیان کرنا تو زیادہ اہمیت کا حامل ہے کیونکہ ان کی بدعت میں توامت پر ظلم وزیادتی اور طاقت کے زور پر ان کے دین اور دنیا کو تباہ وبرباد کرنا بھی شامل ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ابن ہبیرہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "ایک حدیث میں ہے کہ خوارج سے قتال مشرکین سے قتال سے اہم ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ خوارج سے قتال کرنا گویا اسلام کے اصل سرمایہ کو محفوظ کرنا ہے جبکہ مشرکین سے قتال نفع حاصل کرنے کے مترادف ہے۔ اور یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ اصل سرمایہ کی حفاظت نفع حاصل کرنے سے اہم ہے۔"[104]

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "اللہ تعالیٰ کے راستہ، دین، منہاج اور شریعت کو پاک صاف رکھنا اور اس پر خوارج کی سرکشی اور ظلم وزیادتی کو دور کرنا بالاتفاق فرض کفایہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو ان کے نقصان کو ختم کرنے کے لیے کھڑا نہ کرے تو دین بگاڑ کا شکار ہو جائے۔ دین کا بگڑ جانا جنگی دشمنوں کے غالب آجانے سے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ دشمن جب غالب آتے ہیں تو دل بگاڑ کا شکار نہیں ہوتے اور اس طرح دین بھی بچ جاتا ہے۔ جبکہ خوارج تو ابتداء ہی دلوں کو بگاڑنے سے کرتے ہیں۔" [105]

---

(103) مفتاح دار السعادة: 70/1
(104) فتح الباري: 301/12
(105) الفتاوىٰ لابن تيمية: 175/1

تیسری بات: داعش کے انحرافات کو بیان کرنا اور دین کا دفاع کرنا ایسی ضرورت ہے جس کو پورا کرنا بہت ضروری ہے اور اس سے انکار ممکن نہیں۔ دینی ضرورت یہ ہے کہ انہوں نے لوگوں کے سامنے دین کے تصور کو جس طرح خلط ملط کر دیا ہے، اسے واضح کیا جائے۔ عسکری ضرورت یہ ہے کہ جان ومال کے خلاف ان کی زیادتیوں کو ختم کیا جائے اور ان کے زیر کنٹرول علاقوں کو آزاد کرایا جائے۔

داعش کے خلاف فکری اور عسکری جدوجہد لازمی ہے تاکہ اس کے عقائد کی نقاب کشائی کی جائے، جس سے بعض لوگ متاثر ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ اس نے اپنے اوپر شریعت کی جو چادر لپیٹ رکھی ہے، اسے دور کیا جائے۔ مجاہدین اور جہادی قیادت کی زندگیوں کو محفوظ بنایا جائے۔ ان کے علاقوں کو اس کی سرکشی اور ظلم وزیادتی سے تحفظ دیا جائے اور عراق وغیرہ دیگر علاقوں میں ان غالیوں کے ہاتھوں جس طرح پہلے جہادی سرگرمیاں ختم ہو گئی تھیں، انہیں دوبارہ بربادی سے بچایا جائے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ داعش کے خارجی عقائد کو واضح کرنے اور اپنی اور جہاد کی حفاظت کے لیے اس سے لڑنے میں بہت سی عظیم مصلحتیں موجود ہیں۔ کیونکہ اس طرح اس غالی تنظیم کے باطل عقائد کا پردہ چاک ہو گا اور لوگ اس سے دھوکا نہیں کھائیں گے جس سے ان کے عقائد اور دین انحرافات سے بچا رہے گا اور پھر ان کی سرکشی اور زیادتی سے لوگوں کے جان ومال بھی محفوظ ہو جائیں گے۔

تیسری قسم:
مخالفینِ داعش کے منہج پر اٹھائے جانے والے شبہات کا رد

چودھواں شبہ:

داعش کے مخالفین اس کی تکفیر کرتے ہیں۔

شبہ کی تفصیل:

داعش کے بہت سے مخالفین داعش کو تکفیر کا مجرم گردانتے ہیں اور خود داعش کی تکفیر کر دیتے ہیں۔ اس طرح کہ داعش کے افراد کو ''جہنمی کتے'' اور ''دین سے خارج'' کہتے ہیں اور انہیں خوارج گردانتے ہیں اور خوارج سے قتال والی احادیث داعش پر فٹ کرتے ہیں، مثلاً: ''جب تمہارا خوارج سے سامنا ہو تو انہیں قتل کر دو۔'' اور ''خوارج مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو کچھ نہیں کہیں گے۔ اگر میرا ان سے سامنا ہو جاتا تو قومِ عاد کی طرح انہیں نیست و نابود کر دیتا۔'' اور ''جو خوارج کو قتل کرے یا جسے خوارج قتل کر دیں، وہ بہت خوش نصیب ہے۔'' اور ''خوارج نیلے آسمان کی چھت تلے سب سے برے مقتول ہیں۔''

جواب:

پہلی بات: کسی سے قتل و قتال کا حکم اس کی تکفیر کی دلیل نہیں ہے کیونکہ:

① اللہ تعالیٰ نے باغیوں سے قتال کا حکم دیا ہے حالانکہ وہ بالاتفاق مسلمان ہوتے ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ نے انہیں مؤمن کہا ہے۔ فرمایا: ﴿وَإِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَإِنْۢ بَغَتْ إِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ إِلٰٓى أَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَإِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوْا ۖ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝٩﴾

اور اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو۔ پھر اگر ان میں سے کوئی فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ پھر اگر وہ لوٹ آئے تو ان کے درمیان انصاف

سے صلح کرا دو اور انصاف کیا کرو۔ کیونکہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔
[الحجرات : 9]

② اسی طرح حملہ آور ظالم سے قتال اور دفاع کا حکم ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: ''یا رسول اللہ! اگر کوئی شخص میرا مال چھیننے کی کوشش کرے تو میں کیا کروں؟'' فرمایا: ''اپنا مال اسے نہ دو۔'' پوچھا: ''اگر وہ مجھ سے لڑنے لگے؟'' فرمایا: ''اس سے لڑو۔'' پوچھا: ''اگر وہ مجھے قتل کر دے؟'' فرمایا: ''تم شہید کہلاؤ گے۔'' پوچھا: ''اگر میں اسے قتل کر دوں؟'' فرمایا: ''وہ جہنمی ہو گا۔'' (106)

③ کسی فرض کے تارک اور حرام کام کا ارتکاب کرنے والوں سے قتال کرنا جیسا کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مانعینِ زکاۃ سے قتال کیا تھا۔

مذکورہ تینوں صورتوں میں مسلمان کافر نہیں ہوتا لیکن اس کے باوجود اس سے قتال کرنا جائز ہے۔

④ چند دیگر صورتوں میں بھی کسی مسلمان کو قتل کرنا جائز ہے، مثلاً: شادی شدہ زانی اور بطور قصاص کسی کو مارنا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

«لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ، يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ: الثَّيِّبُ الزَّانِي، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ»

کسی مسلمان کا خون، جو کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینے والا ہو، حلال نہیں ہے البتہ تین صورتوں میں جائز ہے۔ قاتل، شادی شدہ ہو کر زنا کرنے والا اور اسلام سے نکل جانے والا (مرتد) جماعت کو چھوڑ دینے والا۔ (107)

مذکورہ دلائل سے ثابت ہو گیا کہ قتل و قتال اور کفر میں کوئی لازمی تعلق نہیں ہے۔ لہٰذا ہر وہ شخص جس سے لڑنا یا جسے قتل کرنا جائز ہے، وہ کافر نہیں ہوتا۔ اس لیے داعش سے قتال کا فتویٰ اس کی تکفیر کی دلیل نہیں ہے۔

---

(106) صحیح مسلم: 225
(107) صحیح البخاري: 6878، صحیح مسلم: 1676

دوسری بات: جمہور کا مذہب یہی ہے کہ خوارج کافر نہیں ہیں۔ سلف و خلف میں زیادہ تر علماء خوارج کی عدم تکفیر کے قائل ہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا خوارج سے قتال کے باوجود ان پر کفر کا فتویٰ نہ لگانا اس کی دلیل ہے۔ سیدنا طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا۔ کسی نے خوارج کے بارے میں پوچھا کہ کیا وہ مشرک ہیں؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''شرک سے ہی تو بھاگ کر انہوں نے موجودہ عقیدہ اپنایا ہے۔'' پوچھا: ''کیا وہ منافق ہیں؟'' فرمایا: ''منافق تو بہت تھوڑا ذکر الٰہی کرتے ہیں۔'' پوچھا گیا: ''پھر وہ کون ہیں؟'' فرمایا: ''باغی۔'' (108)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''سیدنا علی بن ابی طالب، سعد بن ابی وقاص اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے خوارج کی تکفیر نہیں کی بلکہ ان سے جنگ کے باوجود انہیں مسلمان گردانا۔ صحابہ نے ان سے لڑائی اس وقت شروع کی جب انہوں نے مسلمانوں کے جان و مال کو لوٹنا شروع کر دیا تو ان کے اس ظلم اور بغاوت کو روکنے کے لیے صحابہ نے ان سے قتال کیا، نہ کہ اس وجہ سے کہ وہ کافر تھے۔'' (109)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں: ''سیدنا علی اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا رویہ خوارج کے بارے میں اس سے بالکل مختلف تھا جیسا مرتدوں کے بارے میں تھا۔ اس رویہ کی وجہ سے کسی نے بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض نہیں کیا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ خوارج کے مرتد نہ ہونے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا اتفاق تھا۔'' (110)

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مسلمان علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ خوارج گمراہ ہونے کے باوجود مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ ہیں۔ ان سے شادی بیاہ اور ان کے ذبیحہ کو

---

(108) مصنف ابن أبي شيبة: 16722
(109) الفتاویٰ لابن تیمیة: 282/3
(110) منهاج السنة النبوية: 241/5

کھانے کی علماء نے اجازت دی ہے اور یہ کہا ہے کہ جب تک وہ اسلام کی اصل کو تھامے رکھیں، تب تک ان کی تکفیر جائز نہیں۔" (111)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "اکثر علماء اور محققین کے نزدیک پسندیدہ اور صحیح مذہب یہی ہے کہ دیگر اہل بدعت کی طرح خوارج کی تکفیر بھی نہیں کی جائے گی۔" (112)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "اہل سنت میں سے اکثر اصولیوں کا مذہب ہے کہ خوارج گناہ گار ہیں۔ ان کے کلمہ پڑھنے اور ارکان اسلام کی پابندی کرنے کی وجہ سے انہیں مسلمان ہی قرار دیا جائے گا۔ فاسد تاویل کے ذریعہ مسلمانوں کی تکفیر کرنے کی وجہ سے یہ گناہ گار بن گئے ہیں۔ اور اسی وجہ سے یہ اپنے مخالفین کی جان ومال کو لوٹنا اور انہیں کافر ومشرک کہنا جائز سمجھتے ہیں۔" (113)

مذکورہ بحث کی بنیاد پر داعش کو کافر کہنا درست نہیں۔ لیکن اس سے داعش کے چند افراد کا نواقض اسلام میں سے کسی ناقض کے ارتکاب کی وجہ سے کافر ہونے کے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یا ہو سکتا ہے کہ ان کی صفوں میں غیر مسلم ایجنٹ بھی گھسے ہوئے ہوں۔ لیکن بحیثیت مجموعی اس کی تکفیر شرعی دلائل کی موجودگی میں شرائط کو پورا کرنے اور موانع کو ختم کرنے کے بعد ہی کی جاسکتی ہے۔

البتہ انہیں گمراہ اور بدعتی کہا جائے گا جیسا کہ امام آجری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "قدیم وجدید میں کسی بھی عالم کا خوارج کے برا اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نافرمان ہونے میں اختلاف نہیں ہے۔ اگرچہ وہ نمازیں پڑھتے رہیں، روزے رکھتے رہیں اور عبادت میں خوب محنت کریں کیونکہ یہ چیزیں انہیں فائدہ دینے والی نہیں ہیں۔" (114)

کیا داعش کے ارکان بھی دیگر جہادی تنظیموں اور اسلامی ممالک کے مسلمان ہونے اور کفر وارتداد سے بری ہونے کا اعلان کرنے کی جراءت رکھتے ہیں؟

---

(111) فتح الباري: 300/12
(112) شرح صحيح مسلم: 50/2
(113) فتح الباري: 300/12
(114) الشريعة: 325/1

دوسری بات: شبہ میں جو احادیث نبویہ پیش کی گئی ہیں کہ خوارج "دین سے خارج" آسمان کی چھت تلے بدترین مقتول" اور "جہنمی کتے" ہیں، وغیرہ وغیرہ، تو یہ الفاظ تکفیر یا کفر کا مرتکب ہونے کی دلیل نہیں ہیں، بلکہ یہ صحیح دین سے نکلنے اور بدعت کا مرتکب ہونے کی دلیل ہیں، اگرچہ ان میں بہت سخت وعید اور ڈانٹ موجود ہے۔

① "دین سے نکلنے" کا مطلب ہے کہ صحیح دین کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔

علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "امام تیمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر تم یہ کہو کہ دین سے نکلنے سے مراد ایمان سے خالی ہونا ہے کیونکہ دوسری حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ "وہ اسلام سے نکل جائیں گے" تو میں جواباً کہوں گا: "خوارج دائرہ اسلام بالاتفاق خارج نہیں ہیں۔ لہٰذا اس حدیث میں اسلام سے مراد فرمانبرداری اور اطاعت ہو گا۔" (115)

علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اس کی تاویل یہ کی جائے گی کہ ان لوگوں نے ایمان جیسی نعمت کی ناشکری کی ہے۔ "دین سے نکلنے" کی تاویل یہ ہے کہ دین کے کمال کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ واللہ اعلم۔" (116)

② انہیں بدترین مقتول اس لیے کہا گیا تاکہ ان کے افعال کے برا ہونے اور مسلمانوں پر ان کے خطرات اور نقصانات کی طرف اشارہ کر دیا جائے۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "یعنی خوارج مسلمانوں کے لیے غیروں کی نسبت زیادہ نقصان دہ ہیں۔ ان سے زیادہ مسلمانوں کے لیے کوئی بھی نقصان دہ نہیں ہے، نہ یہودی اور نہ عیسائی۔ کیونکہ یہ لوگ ہر اس مسلمان کو قتل کر دیتے ہیں جو ان جیسا موقف نہیں رکھتا۔ مسلمانوں کی تکفیر کر کے ان کے جان و مال کو لوٹنا اور ان کی اولادوں کو قتل کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ اپنی عظیم جہالت اور گمراہ کن بدعت کی وجہ سے یہ انہی کاموں کو دین سمجھتے ہیں۔

---

(115) عمدة القاري شرح صحيح البخاري: 256/1
(116) حاشية السندي على سنن ابن ماجه: 75/1

لیکن اس سب کے باوجود صحابہ رضی اللہ عنہم اور نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں نے ان کی تکفیر کی، نہ انہیں مرتد قرار دیا اور نہ قول و فعل کے ذریعہ ان پر زیادتی کی۔ بلکہ ان کے بارے میں اللہ سے ڈرے اور عدل و انصاف پر مبنی سلوک کیا۔" (117)

③ جہنمی کتوں سے تشبیہ مسلمانوں کے حق میں ان کے کتوں جیسے مذموم افعال کی بناء پر ہے۔

امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جہنمی کتے ہیں" یعنی اس طرح باؤلے ہوئے پھرتے ہیں جیسے کتے باؤلے ہوتے ہیں۔ یا ان سے بھی زیادہ خسیس طبیعت کے مالک ہیں جیسے کتے بہت خسیس ہوتے ہیں۔"

فرماتے ہیں: "یہی وہ لوگ ہیں جن کی کاوشیں دنیوی زندگی میں ضائع ہو گئیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے عبادت تو کی لیکن دلوں میں ٹیڑھ تھی۔ اس لیے شیطانی پھندے میں آکر دین سے نکل گئے اور انہوں نے صرف ایک گناہ کی وجہ سے موحدین کی تکفیر کرنی شروع کر دی۔ قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی غلط تاویلیں کرنے لگے۔ فتح یاب ہونے کے بعد سرنگوں ہو گئے، حتیٰ کہ جہنمی کتے بن گئے۔ مؤمن پردہ پوشی کرتا ہے، ترس کھاتا ہے اور رحمت و مغفرت کی امید رکھتا ہے جبکہ فتنہ باز خارجی پردے چاک کرتا ہے، عار دلاتا ہے اور مایوس کرتا ہے۔ کتوں کا یہی اخلاق اور کردار ہوتا ہے۔ جب انہوں نے باؤلے کتوں کی طرح بندگانِ خدا پر حملے شروع کیے اور انہیں حقارت اور عداوت کی نگاہ سے دیکھنے لگے اور جہنم میں چلے گئے تو اپنے اعمال میں کتے بن گئے جیسے دنیا میں مذکورہ معنیٰ میں اہل سنت پر کتے بن کر بھونکتے تھے۔" (118)

چوتھی بات: جہنم میں داخلہ کا مطلب کافر ہونا یا ہمیشہ کے لیے آگ میں جلنا نہیں ہوتا۔ کیونکہ موحد لیکن نافرمان مسلمان کو بھی اپنے گناہوں اور غلطیوں کے کفارہ کے لیے جہنم میں

(117) منهاج السنة النبوية: 248/5
(118) التيسير بشرح الجامع الصغير: 160/1

داخلہ کی وعید سنائی گئی ہے۔ وہ اپنے گناہوں کی صفائی کے لیے جہنم میں جائے گا اور پھر نکال لیا جائے گا۔ یہی اہل سنت والجماعت کا مشہور و معروف مذہب ہے۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب اہل جنت جنت میں اور اہل جہنم جہنم میں داخل ہو چکیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو تو اسے دوزخ سے نکال لو۔ اس وقت ایسے لوگ نکالے جائیں گے اور وہ اس وقت جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے۔ اس کے بعد انہیں ”نہر حیاۃ“ میں ڈالا جائے گا۔ اس وقت وہ اس طرح تروتازہ اور شگفتہ ہو جائیں گے جس طرح سیلاب کی جگہ پر کوڑے کرکٹ کا دانہ (اسی رات یا دن میں) اگ جاتا ہے۔“ [119]

ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”اگر کوئی شخص توحید کے ساتھ ساتھ زمین بھرنے کے برابر بھی غلطیاں سے بھرا ہوا اللہ تعالیٰ سے ملے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اتنی ہی مغفرت سے نوازیں گے۔ لیکن یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے۔ اگر چاہے گا تو معاف کر دے گا اور اگر چاہے گا تو گناہوں کی وجہ سے سزا دے گا۔ پھر انجام یہ ہو گا کہ اسے ہمیشہ کے لیے جہنم میں نہیں رہنا پڑے گا، بلکہ وہاں سے نکال لیا جائے گا اور جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔“ [120]

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”بدعت کے اظہار، امت سے قتال اور اس کی تکفیر میں خوارج کو سبقت حاصل ہے۔ صحابہ میں سے کوئی بھی ان کی تکفیر نہیں کرتا تھا، نہ علی رضی اللہ عنہ اور نہ کوئی اور۔ بلکہ انہوں نے ان سے وہی سلوک کیا جو ظالم اور سرکش مسلمانوں سے کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اس بارے میں بہت سے آثار نقل کیے جاتے ہیں۔ بہتر فرقوں [121] کے ساتھ بھی یہی سلوک ہو گا۔ جو ان میں سے منافق ہو گا وہ بباطن کافر ہو گا۔ اور جو

---

(119) صحيح البخاري: 6560، صحيح مسلم: 302

(120) جامع العلوم والحكم: 417/2

(121) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ”یہود اکہتر یا بہتر فرقوں میں بٹ گئے، نصاریٰ اکہتر یا بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔“ (سنن أبي داؤد: 4596، سنن الترمذي: 2640، سنن ابن ماجه: 3991، مسند أحمد: 8377)

منافق نہیں ہو گا، بلکہ اللہ اور اس کے رسول پر بباطن ایمان لانے والا ہو گا تو وہ بباطن کافر نہیں ہو گا، اگرچہ تاویل کرنے میں کیسے ہی غلطی کیوں نہ کر جائے۔ بعض اوقات ان میں نفاق کا کچھ حصہ ہوتا ہے، ایسا نفاق نہیں ہوتا جو انہیں جہنم کے نچلے گڑھے میں پھینکے جانے کا سبب جائے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ بہتر فرقوں میں سے ہر ایک کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے تو وہ کتاب وسنت اور اجماع صحابہ بلکہ ائمہ اربعہ اور دیگر ائمہ کے اجماع کا بھی مخالف ہے۔ کیونکہ ان میں سے کسی نے بھی بہتر فرقوں میں سے کسی ایک کی بھی تکفیر نہیں کی۔" (122)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ "خوارج، جہنمی کتے اور بدترین مقتول" جیسے اوصاف کافر یا ابدی جہنمی ہونے کی دلیل نہیں بلکہ یہ صحیح دین سے انحراف اور عذاب کی وعید کی دلیل ہیں، اگرچہ ہمیشہ کا عذاب نہ بھی ہو۔ اسی طرح خوارج سے قتل وقتال کی اجازت بھی ان کی تکفیر نہیں ہے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: "ایک جنتی ہے اور وہی جماعت ہے۔" (سنن أبي داؤد: 4597، سنن ابن ماجه: 3993) ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: "جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔" (سنن أبي داؤد: 4597، سنن الترمذي: 2641)

(122) الفتاویٰ: 217/7

پندرھواں شبہ:

جہادی تنظیمیں طاغوت کا انکار کرتی ہیں، نہ ہی اس کی تکفیر کرتی ہیں۔

شبہ کی تفصیل:

جہادی تنظیمیں اور شرعی کمیٹیاں طاغوت کی انکاری نہیں ہیں۔ انہوں نے عربی طاغوتی حکومتوں کی تکفیر سے انکار کر دیا ہے۔ حالانکہ کسی بھی مسلمان شخص پر اولین فرض یہی ہے کہ وہ طاغوت کا انکاری ہو۔ اسی عدم انکار کی وجہ سے یہ تنظیمیں ارکانِ توحید میں سے ایک رکن کی خلاف ورزی کرتی ہیں اور اتدار کا ارتکاب کر بیٹھتی ہیں۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾

اب جو شخص طاغوت سے کفر کرے اور اللہ ایمان پر لائے تو اس نے ایسے مضبوط حلقہ کو تھام لیا جو ٹوٹ نہیں سکتا اور اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ [البقرۃ: 256]

جواب:

پہلی بات: طاغوت کا معنیٰ و مفہوم:

طاغوت کا لفظ طغیان سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے اپنی حد سے آگے بڑھ جانا۔

جیسا کہ ﴿إِنَّا لَمَّا طَغَى الْمَاءُ حَمَلْنَاكُمْ فِي الْجَارِيَةِ﴾ " بلاشبہ ہم نے ہی جب پانی حد سے تجاوز کر گیا تمہیں کشتی میں سوار کیا " [الحاقۃ: 11] ﴿فأما ثمود فأهلكوا بالطاغية﴾ "سو جو ثمود تھے وہ حد سے بڑھی ہوئی (آواز) کے ساتھ ہلاک کر دیے گئے" [الحاقۃ: 5] ﴿إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰ﴾ "بے شک انسان حد سے نکل جاتا ہے" [العلق: 6]

﴿اِذۡهَبۡ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰی﴾ " فرعون کے پاس جا یقیناوہ حد سے بڑھ گیا ہے " [النازعات: 17]

سو طاغوت کا مطلب ہے: نافرمانی میں حد سے بڑھنے والا، اسی لئے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: الطاغوت هو الشيطان "شیطان ہی طاغوت ہے۔" (123)

ایک مرتبہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ: أ فی أهل القبلة طواغيت ؟ قال: لا "کیا اہل القبلہ یعنی مسلمانوں میں بھی کوئی طواغیت ہیں تو کہا: نہیں" (124) لیکن افسوس کہ آج داعش خوارج مسلم حکمرانوں کو اور عام مسلمانوں کو طاغوت کے نام سے پکارتے ہیں۔

اصطلاح میں اس کی مختلف تعریفیں ہیں۔ بہترین اور جامع تعریف امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ فرماتے ہیں: "طاغوت کے بارے میں بہترین بات میرے نزدیک یہ ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا نافرمان شخص ہے جس کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی جائے۔ چاہے یہ عبادت زبردستی ہو یا رضامندی سے۔ یہ معبود انسان ہو، شیطان ہو، بت ہو، مورتی ہو یا کوئی اور چیز ہو۔" (125)

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "طاغوت سے مراد ہر وہ چیز ہے جسے بندہ اس کی حد سے آگے بڑھا دے چاہے وہ معبود ہو، پیر ہو یا سردار ہو۔ لہٰذا طاغوت سے مراد ہر وہ چیز ہے جس سے لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر اپنا فیصلہ کرواتے ہیں، یا اللہ کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرتے ہیں، یا اندھادھند اس کی پیروی کرتے ہیں یا ان کاموں میں اس فرمانبرداری کرتے ہیں جو اللہ کے لیے مخصوص ہیں۔" (126)

یہ بات ذہن میں رہے کہ طاغوت وہ ہوتا ہے جو اللہ کو چھوڑ کر اپنی عبادت پر راضی ہوتا ہے۔ اگر اللہ کو چھوڑ کر کسی کی عبادت کی جائے اور وہ اس پر راضی نہ ہو تو وہ

---

(123) فتح الباری
(124) شرح أصول إعتقاد أهل السنة والجماعة للالكائی: 1629
(125) تفسير الطبري: 419/5
(126) إعلام الموقعين: 40/1

طاغوت نہیں ہے اور نہ غالیوں کے اس کے بارے میں غلو کا اسے کوئی گناہ ہے۔ لہٰذا اصول یہ طے پایا کہ اللہ کو چھوڑ کر جس کی بھی عبادت کی جائے، وہ طاغوت نہیں ہوتا۔ اس لیے انبیاء، اولیاء اور علماء وغیرہ جنہوں نے لوگوں کو اپنی عبادت کی دعوت نہیں دی اور نہ وہ اس پر راضی تھے، بلکہ وہ تو اس سے سختی سے روکتے تھے، ان کی اگرچہ لوگ عبادت کرتے ہوں، لیکن انہیں طاغوت نہیں کہا جائے گا۔

دوسری بات: طاغوت کے انکار کا معنیٰ و مفہوم:

طاغوت کا انکار تب ہوتا ہے جب یہ عقیدہ رکھا جائے کہ غیر اللہ کی عبادت باطل ہے، اسے چھوڑا جائے اور اس سے براءت کا اظہار کیا جائے اور یہ بھی نظریہ ہو کہ وہ عبادت کی کسی بھی قسم کا مستحق نہیں ہے چاہے وہ بت ہو، مورتی ہو یا جن ہو۔ چاہے وہ اپنی پرستش کا دعویٰ کرے یا اپنی شریعت گھڑے یا اور کوئی کام کرے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ﴾

اب جو شخص طاغوت سے کفر کرے اور اللہ ایمان پر لائے تو اس نے ایک مضبوط حلقہ کو تھام لیا۔ [البقرة: 256]

غیر اللہ کے لیے کی جانے والی بہت سی عبادات ہیں، اگر یہاں ان سب کا تذکرہ کیا جائے تو بات بہت طویل ہو جائے گی۔

تیسری بات: مسلمان کا اولین فرض:

کتاب و سنت کے دلائل سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے شخص کے لیے اولین فرض کلمہ شہادت پڑھ کر توحید باری تعالیٰ کا اقرار ہے۔

قرآنی دلائل:

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝٢٥﴾

اور آپ سے پہلے ہم نے جو بھی رسول بھیجا اس کی طرف یہی وحی کرتے رہے کہ میرے سوا کوئی الہ نہیں۔ لہٰذا صرف میری ہی عبادت کرو۔ [الأنبیاء: 25]

فرمان الٰہی ہے: ﴿كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۝ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۝﴾

یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیات کو محکم بنایا گیا ہے اور یہ حکیم و خبیر ہستی کی طرف سے تفصیلاً بیان کی گئی ہے۔ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ میں یقیناً اس کی طرف سے تمہارے لئے ڈرانے والا بھی ہوں اور بشارت دینے والا بھی۔ [ھود: 2 - 1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ۝ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝﴾

ہم نے نوح علیہ السلام کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا: ”اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، جس کے بغیر تمہارا کوئی الہ نہیں۔ میں تم پر ایک بڑے دن کا عذاب واقع ہونے سے ڈرتا ہوں۔“ اس کی قوم کے سرداروں نے کہا: ”ہم تو تجھے ہی صریح گمراہی میں دیکھتے ہیں۔“ اس نے کہا: ”برادران قوم! میں گمراہی میں پڑا ہوا نہیں بلکہ میں تمام جہانوں کے رب کا رسول ہوں۔ میں تمہیں اپنے پروردگار کا پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کر رہا ہوں کیونکہ جو کچھ مجھے اللہ کی طرف سے معلوم ہے اسے تم نہیں جانتے۔ کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسے آدمی کے ذریعہ آئی ہے جو تمہی میں سے ہے؟ تاکہ وہ تمہیں (برے انجام سے) ڈرائے اور تم نافرمانی سے بچو اور تم پر رحم کیا جائے۔“ چنانچہ انہوں نے نوح کو جھٹلایا تو ہم نے نوح کو اور اس کے

ساتھیوں کو جو کشتی میں سوار تھے، بچالیا اور ان لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا۔ بلاشبہ وہ اندھے لوگ تھے۔ اور قوم عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہود علیہ السلام کو بھیجا۔ اس نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا: "اللہ کی عبادت کرو جس کے بغیر تمہارا کوئی الٰہ نہیں۔ کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں؟" [الأعراف: 65 - 59]

حدیثی دلائل:

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن کی طرف بھیجا ہے تو انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

«ادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ»

تم انہیں اس کلمہ کی گواہی کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگر وہ لوگ یہ بات مان لیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر روزانہ پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ لوگ یہ بات بھی مان لیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مال پر کچھ صدقہ فرض کیا ہے جو ان کے مالدار لوگوں سے لے کر انہی کے محتاجوں میں لوٹا دیا جائے گا۔ (127)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوا، عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ، وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ»

مجھے حکم ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک کہ وہ «لا إله إلا الله، محمد رسول الله» کی شہادت نہ دے دیں اور نماز قائم نہ کرنے لگیں اور زکاۃ ادا نہ

(127) صحيح البخاري: 1395، صحيح مسلم: 29

کرنے لگیں۔ جو شخص مذکورہ کام کرنے لگے تو میری طرف سے اس کا مال و جان محفوظ ہو جائے گا۔ علاوہ اسی کے حق کے (یعنی قصاص وغیرہ کی صورتوں کے) اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو گا۔ (128)

مسلم کی ایک روایت میں ہے: «بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسَةٍ، عَلَى أَنْ يُوَحَّدَ اللهُ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَصِيَامِ رَمَضَانَ، وَالْحَجِّ».

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا، نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور حج کرنا۔ (129)

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''سب سے اولین فرض کہ جس کے بغیر اسلام درست نہیں ہوتا، یہ ہے کہ انسان پورے یقین اور اخلاص کے ساتھ، جس میں ذرہ برابر بھی شک نہ ہو، اپنی زبان سے اظہار کرے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔'' (130)

امام ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اسلام لانے والے سے سب سے پہلے کلمہ شہادت پڑھنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے کیونکہ یہی دین کی بنیاد ہے جس کے بغیر دین کا کوئی بھی اندرونی معاملہ درست قرار نہیں پاسکتا۔'' (131)

کلمہ شہادت میں نفی بھی ہے اور اثبات بھی۔

نفی «لا إله» میں ہے جو ہر کسی کے معبود ہونے کا انکار ہے اور اثبات «إلا الله» ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے کا اقرار ہے۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام معبودانِ باطلہ اور طاغوتوں کا انکار کلمہ شہادت کا لازمی تقاضا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہیں بھی یہ منقول نہیں کہ انہوں نے کسی مسلمان ہونے والے شخص سے یہ مطالبہ کیا ہو کہ وہ کلمہ شہادت پڑھنے کے

---

(128) صحيح البخاري: 1399، صحيح مسلم: 22
(129) صحيح البخاري: 8، صحيح مسلم: 16
(130) المحلیٰ: 22/1
(131) إحكام الأحكام: 375/1

ساتھ ساتھ طاغوتوں کا انکار یا ان سے براءت کا اظہار کرے کیونکہ یہ چیز کلمہ شہادت کے اندر موجود ہے۔

امام ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”یہ بات سب جانتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسلام میں داخل ہونے کے خواہش مندوں سے صرف کلمہ شہادت کا اقرار کروایا کرتے تھے۔ اسی کی وجہ سے ان کے جان ومال کو تحفظ دیتے اور انہیں مسلمان بنادیتے تھے۔“ (132)

انکارِ فرض اور ارتکابِ حرام سے وہ امور سمجھے جائیں گے جن کا کفر ہونا یقینی ہے۔ اجتہادی یا اختلافی امور میں تکفیر یا ارتداد کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔ یہ فتویٰ تحقیق کے بعد مجاز اتھارٹی ہی جاری کر سکتی ہے، مثلاً: عدالت وغیرہ۔ صرف تہمت کی بناء پر کسی کو یہ حق نہیں کہ دوسرے پر کفر یا ارتداد کا فتویٰ لگادے۔

چوتھی بات: ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات کے خلاف فیصلہ کرنے، کفار سے دوستی لگانے اور مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد کو حرام سمجھے۔ ان میں سے کچھ امور کفر کی حد تک پہنچادیتے ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج کردیتے ہیں۔ لیکن جو شخص یہ کام کررہا ہوگا، اس کی تکفیر نہیں کی جاسکتی کیونکہ یہ تکفیر معین ہے۔ اور تکفیر معین تبھی درست ہوسکتی ہے جب اس کی شرائط موجود ہوں۔ جن کا تذکرہ پیچھے تفصیلاً ہوچکا ہے۔

اسی بنیاد پر بعض لوگوں یا حکومتوں کے غلط کام کرنے کی بناء پر تکفیر کرنا ہر مسلمان پر فرض نہیں ہے اور نہ اس کا تعلق اصول دین سے ہے کہ اس کے بغیر ایمان مکمل ہی نہ ہوسکتا ہو۔

داعش یا کسی بھی دوسری تنظیم کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ کسی خاص شخص یا جماعت کی تکفیر کے بارے میں لوگوں کا امتحان لیتی پھرے۔ اور پھر اسی امتحان کی بنیاد پر ان پر فتویٰ لگائے، کیونکہ یہ بہت خطرناک بدعت ہے اور غلو کی ایک آفت ہے۔ اس کے برعکس ہر مسلمان پر یہ فرض ہے کہ اصول دین اور ان باتوں کو جانے جن کے بغیر ایمان صحیح نہیں

(132) جامع العلوم والحکم: 228/1

رہتا۔ مثلاً: عبادت، حکم دینا اور شریعت سازی صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اس کے بر عکس چیزوں سے بچنا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کسی خاص تنظیم یا شخص یا حکومت پر کفر اور ارتداد کا فتویٰ لگانا کہ جس کے کفر کے بارے میں کوئی خاص نص نہ ہو، نہ تو اصول دین سے اس کا تعلق ہے اور نہ ہی اس کا حکم دیا گیا ہے۔ چہ جائیکہ لوگوں کا اسی ذریعہ سے امتحان لیا جائے، جیسا کہ داعش وغیرہ تنظیموں کا نظریہ ہے۔

سولھواں شبہ:

دیگر تنظیمیں اور اسلامی ممالک داعش سے لڑنے کے لیے کفار سے دوستی کرتے ہیں۔

شبہ کی تفصیل:

دوسری تنظیموں اور ممالک کا داعش سے قتال اب در حقیقت دہشت گردی کے خلاف جنگ کی چھتری تلے ہو رہا ہے، جو کہ اجنبی قیادت کے زیر سایہ جاری ہے یعنی کفار سے دوستی کر کے، اور یہ کفر وار تداد ہے۔

جواب:

اس شبہ میں تاریخی اور شرعی مغالطہ موجود ہے۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

پہلی بات: شرعی کمیٹیوں اور جہادی تنظیموں نے سب سے پہلے غیر ملکی مداخلت سے خبر دار کیا تھا اور اس کا انکار کیا تھا۔

شام میں موجود شرعی اور عسکری اداروں نے داعش کے منصوبوں سے انکار کا اعلان کیا ہے اور خبر دار کیا ہے کہ داعش کے معاملات کی بدولت دشمنوں کو غیر ملکی مداخلت کے ذریعہ شہروں کو فتح کرنے اور دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نعرے تلے مجاہدین اور جہادی رہنماؤں کے خلاف کسی بھی قسم کی کاروائی کا موقع مل جائے گا۔ اسی طرح اور بھی بہت سے معاملات سامنے آسکتے ہیں جو کسی عقل مند شخص سے مخفی نہیں ہیں۔

یہ بیان جمادیٰ اُخریٰ 1434ھ بمطابق اپریل 2013ء میں جاری ہوا تھا۔ تو جس نے سب سے پہلے غیر ملکی مداخلت کا انکار کیا تھا اور داعش کے معاملات سے خبر دار کیا تھا جو عنقریب شام کی طرف آنے والے تھے، وہ بالکل حق پر تھا۔

پھر مسلسل ایسے فتوے اور بیانات سامنے آنے لگے جن میں شہروں کو فتنہ سے بچانے کے لیے اس تنظیم کے معاملات سے دور رہنے کی تلقین کی جارہی تھی۔ کچھ کی طرف اشارہ ہو چکا ہے اور چند حسبِ ذیل ہیں:

1۔ «بيان إلى الفصائل والكتائب المجاهدة في سوريا» جو کہ 28 ذو الحجہ 1434ھ بمطابق 2 نومبر 2013ء کو جاری ہوا۔

2۔ «بيان حول تصرفات تنظيم (الدولة الإسلامية في العراق والشام)» جو 18 صفر 1435ھ بمطابق 21 دسمبر 2013ء میں جاری ہوا۔

پھر جب داعش کے جرائم ثابت ہونے لگے اور جان ومال لوٹنے میں اس کا غلو سامنے آیا تو اس کے ظلم وزیادتی کے خلافت فتوے جاری ہونے لگے۔

جب دہشت گردی کے خلاف جنگ کرنے کے لیے متحدہ محاذ بنایا گیا تو شرعی کمیٹیوں، جہادی جماعتوں اور مسلح تنظیموں نے ایک دوسرے کو اس اتحاد کو مسترد کرنے اور اس کے جھنڈے تلے بغیر کسی استثناء کے اکٹھا ہونے سے خبردار کرنے کی کوشش کی۔ کیونکہ اس اتحاد کے اہداف ان اہداف سے مختلف تھے جو داعش سے لڑنے میں شامی عوام کے تھے۔

اس وضاحت سے داعش کی طرف سے دیگر جہادی تنظیموں کے غیر مسلموں سے اتحاد اور دوستی کے بار بار کیے گئے دعووں اور اسی بنیاد پر ان تنظیموں پر کفر وارتداد کے فتووں کا جھوٹ اور غلط ہونا واضح ہو جاتا ہے۔

دوسری بات: داعش کے حمایتیوں کے اس موقف کو استعمال کرتے ہوئے داعش پر بھی کفر وارتداد کا حکم لگانا ممکن ہے۔ کیونکہ انہوں نے مجاہدین سے اس وقت قتال شروع کیا جب وہ نصیری قبضہ کے خلاف لڑ رہے تھے، بلکہ بہت سے مقامات پر تو داعش حکومت سے کندھے سے کندھا ملا کر کھڑی تھی۔ داعش کی مجاہدین سے غداریوں اور خیانتوں کی وجہ سے ہی نصیریوں کے لیے یہ ممکن ہو سکا کہ اس نے مجاہدین کے قبضہ میں آئے ہوئے بعض علاقے پھر سے اپنے کنٹرول میں کر لیے۔

اسی طرح نصیریوں نے جب مجاہدین پر کاری ضرب لگانے کے لیے داعش کے زیر اثر بعض علاقوں سے اپنی فوجوں کو گزارا تو داعش نے انہیں کچھ بھی نہیں کہا۔[133]

ہر گزرتا ہوا دن اور روز بروز پیش آمدہ واقعات یہ ثابت کرتے جارہے ہیں کہ شامی روافض اور مغرب نے داعش کو مجاہد رہنماؤں کا سر کچلنے، شامی اور عراقی جہادیوں کو چن چن کر مارنے اور پھر ان علاقوں میں بشاری حکومت مخالف غیر ملکی مداخلت کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے کھڑا کیا ہے۔

اب بتائیے کہ ان وجوہات کی بناء پر تکفیر، ایجنٹی اور ارتداد کے فتویٰ کا زیادہ حق دار کون ہے؟

تیسری بات: اگر بعض جہادی تنظیمیں بعض ملکوں یا تنظیموں سے اسلحہ کے حصول، مشاورت یا ملاقات پر مجبور ہو گئے ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نہیں نکلتا کہ وہ ان کے ایجنٹ بن گئے ہیں یا ان کے ناپاک منصوبوں کو کامیاب کرنا چاہتے ہیں، چہ جائیکہ ان کے کفر وارتداد کے فتوے جاری کیے جائیں۔

1۔ اگرچہ بہت سے ممالک اور تنظیمیں عمومی طور پر مخصوص مقاصد کے پیش نظر ہی اسلحہ فراہم کرتی ہیں اور ان سے دور رہنا ہی بہتر ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ جو بھی ان سے مشاورت کرتا ہے یا اسلحہ لیتا ہے، وہ ان کی شرائط کا پابند ہو جاتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات یہ تعاون مشترکہ دشمن سے نمٹنے کے لیے ہوتا ہے یا کسی مسئلہ کی وجہ سے متحدہ محاذ بنایا جاتا ہے۔ اس لیے جہادی تنظیموں کو چاہیے کہ دیکھ بھال کر اور واضح منصوبہ کے تحت ہی اس طرح کے معاملات کو طے کیا کریں۔

2۔ باغیوں سے قتال کے لیے غیر مسلموں سے مدد حاصل کرنے کے بارے میں اہل علم نے اپنی کتابوں میں تفصیلی بحث کی ہے۔[134] جمہور کا موقف ہے کہ اس معاملہ میں کفار

---

(133) داعش کے بہت سے رہنماؤں کی طرف سے اپنی ویب سائٹس پر روافض کے دیگر جہادی تنظیموں کے خلاف کریک ڈاؤن پر خوشی کا اظہار کیا گیا ہے۔

سے مدد نہ لی جائے۔ اہل علم کے دوسرے گروہ کا موقف ہے کہ یہ جائز ہے۔ جبکہ تیسرے گروہ کے مطابق صرف بوقت ضرورت ایسا کرنا جائز ہے۔

ممانعت کے قائل جمہور اہل علم کے اقوال اس بارے میں حسبِ ذیل ہیں:

امام قرافی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "باغیوں کے اہل و عیال کو غلام نہیں بنایا جائے گا اور نہ ان کے خلاف مشرکین سے مدد مانگی جائے گی۔" (135)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "باغیوں کے خلاف کفار سے مدد لینا ناجائز ہے کیونکہ کافر کو مسلمان پر مسلط کرنا حرام ہے۔" (136)

جبکہ بہت سے علماء نے اس شرط پر مدد لینے کی اجازت دی ہے کہ اسلامی غلبہ ظاہر ہو۔

امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "اگر باغی انصاف پسندوں پر غالب آجائیں اور انصاف پسند دارِ شرک میں پناہ لینے پر مجبور ہو جائیں تو ان کے لیے مشرکین سے مل کر باغیوں سے لڑنا جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں مشرکوں کا غلبہ ہو گا۔" (137)

---

(134) بعض اہل علم نے اپنی کتابوں میں باغیوں اور خوارج کا ایک ہی حکم بیان کیا ہے، حالانکہ ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں میں فرق کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے تفصیل سے اس کا جواب دیا۔ ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں: "جہاں تک کہنے والے کا یہ کہنا ہے کہ ائمہ کا اتفاق ہے کہ ان دونوں میں صرف نام کا فرق ہے تو یہ باطل دعویٰ ہے۔ اور مدعی غیر محتاط ہے۔ اگرچہ بعض اہل علم نے اس فرق کی نفی کی ہے۔۔۔ لیکن جمہور اہل علم ان میں فرق کے قائل ہیں۔۔۔۔ صحابہ، محدثین، فقہاء اور متکلمین اسی کے قائل ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "مسلمانوں میں اختلاف کے وقت ایک جماعت نکلے گی، انہیں حق کے زیادہ قریب جماعت قتل کرے گی۔" اس حدیث میں تین گروہوں کا تذکرہ ہے۔ اس حدیث نے واضح کر دیا کہ خوارج تیسرا گروہ ہوں گے، پہلے دو نہیں ہوں گے۔ اور یہ بھی واضح کر دیا کہ علی رضی اللہ عنہ کا گروہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ کی نسبت حق کے زیادہ قریب تھا۔ (الفتاویٰ: 53/35)

(135) الذخيرة: 9/12

(136) المغني: 529/8

(137) المبسوط: 133/10

حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”ہمارے نزدیک انصاف پسندوں کے پاس جب تک لڑنے کی طاقت ہو، انہیں مقابلہ کرنا چاہیے۔ اگر وہ برباد ہونے لگیں، مجبور ہو جائیں اور کوئی حیلہ سجھائی نہ دے تو کافروں سے مدد مانگنے اور ذمیوں کی پناہ لینے میں کوئی حرج نہیں، جب تک یہ یقین رہے کہ وہ ان کی مدد کر رہے ہیں اور کسی مسلمان یا ذمی کو جان، مال اور عزت کے معاملہ میں تکلیف نہیں دے رہے۔

اس کی دلیل یہ قرآنی فرمان ہے: ﴿وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ﴾

حالانکہ جو کچھ اس نے تم پر حرام کیا ہے اسے تمہارے لیے تفصیلاً بیان کر دیا ہے اِلَّا یہ کہ تم مجبور ہو جاؤ۔ [الأنعام: 119]

اس آیت میں عموم ہے اور یہ سوائے اس مجبوری کے جس سے نص یا اجماع نے منع کر دیا ہو، ہر مجبور ولاچار کے لیے ہے۔“ (138)

کفار سے مدد لینا خالصتاً فقہی مسئلہ ہے۔ اس میں حکم اباحت اور حرمت کا ہے اور اسے داعش پر منطبق کرنا غور وفکر اور اجتہاد کا محتاج ہے۔ اس کا تعلق ان اعتقادی مسائل سے نہیں ہے جس کا تعلق ایمان وکفر سے ہوتا ہے۔

اسی وجہ سے اہل علم نے کفار سے مدد کے طلب گار پر کفر یا دائرہ اسلام سے خروج کا فتویٰ نہیں لگایا۔ کیونکہ کفار سے مدد لینا، اگرچہ حرام ہے، اور دوستی کرنے میں بہت زیادہ فرق ہے۔ ان دونوں مسائل کو آپس میں خلط ملط کر دینا غلو پسند لوگوں کا طرز عمل ہے۔

چوتھی بات: جہاں تک کفار سے دوستی کی بات ہے تو اسے بھی مطلقاً کفر کہنا درست نہیں۔ بلکہ ضروری ہے کہ تفصیل سے بات کی جائے۔ دوستی کی وجہ سے کفر وارتداد کا حکم صرف مدد اور قتال سے نہیں لگایا جائے گا، بلکہ اس وقت لگایا جائے گا جب کافر کے غلبہ کی کوشش کی جائے یا اس کے مذہب کو درست قرار دیا جائے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ دوستی کے بھی کچھ درجات ہیں۔ اور ہر درجہ کا حکم مختلف ہے۔

---

(138) المحلیٰ: 355/11

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ آیت ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِينَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ﴾ ”مؤمنوں کو اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو ہرگز دوست نہ بنانا چاہیے اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کوئی واسطہ نہیں اِلَّا یہ کہ تمہیں ان کافروں سے بچاؤ کے لیے کسی قسم کا طرزِ عمل اختیار کرنا پڑے۔“ [آل عمران: 28] کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”اے مؤمنو! کفار کو اپنا مددگار اور پشت پناہ نہ بناؤ کہ تم ان کے دین کی بنیاد پر ان سے دوستی رکھو اور مؤمنوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کرو اور انہیں مسلمانوں کے پوشیدہ راز دو۔ جو ایسا کرے گا، اسے اللہ سے کوئی واسطہ نہیں ہو گا یعنی وہ اللہ سے بری ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے دینِ اسلام سے مرتد ہونے اور کافر ہونے کی وجہ سے بری ہے۔“ (139)

امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”دوسری قسم دینی بنیادوں پر کفار سے دوستی ہے۔ ایسا کرنے والا انہی جیسا کافر ہے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔“ (140)

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”جو دینی اعتبار سے کفار سے دوستی کرے گا، وہ انہی جیسا کافر ہو گا۔“ (141)

علامہ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۝۹﴾ ”اور جو انہیں دوست بنائے تو ایسے لوگ ظالم ہیں۔“ [الممتحنة: 9] کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ”ظلم دوستی کے مطابق ہو گا۔ اگر مکمل دوستی ہو گی تو یہ کفریہ اور دائرہ اسلام سے خارج کرنے والا کام ہے۔ اس سے نیچے دوستی کے بہت سے درجات ہیں جن میں بعض بہت سخت اور بعض نرم ہیں۔“ (142)

---

(139) تفسير الطبري: 313/6
(140) تفسير الماوردي: 46/2
(141) زاد المسير: 558/1
(142) تفسير السعدي: 856/1

ایک جگہ لکھتے ہیں: ”کیونکہ مکمل دوستی ان کے دین میں منتقل کا سبب بن جاتی ہے اور تھوڑی دوستی آہستہ آہستہ زیادہ دوستی کی طرف لے جاتی ہے۔ پھر اس میں اضافہ ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ بندہ مکمل طور پر انہی جیسا ہو جاتا ہے۔“

امام ابن عاشور رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ”مفسرین نے اس کی دو تاویلیں کی ہیں:

1۔ کفار سے دوستی سے مراد مکمل دوستی ہے جو درحقیقت ان کے دین سے رضامندی اور دینِ اسلام میں طعنہ زنی ہے۔

2۔ یا پھر یہ کہنا کہ ”وہ انہی میں سے ہو گا“ کمال درجہ کی تشبیہ ہے، یعنی وہ عذاب کا حق دار ہونے میں انہی کا ایک فرد شمار ہو گا۔۔۔ علماءِ اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کفر سے رضامندی سے کم کم دوستی دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتی، لیکن یہ بہت بڑی گمراہی ہے۔ دوستی کی شدت اور مسلمانوں کے حالات کے اعتبار سے اس گمراہی کی شدت کم زیادہ ہوتی رہتی ہے۔“ (143)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ داعش نے احکامِ شریعت میں مبالغہ آرائی اور مغالطہ دہی سے کام لیا ہے۔ اس نے دوستی اور مدد طلب کرنے کے احکام میں فرق نہیں کیا اور انہیں ایک ہی سمجھا۔ پھر دوستی کا بھی ایک ہی درجہ سمجھا اور اس پر کفر کا حکم لگا دیا۔ پھر دیگر جہادی تنظیموں پر جھوٹ گھڑتے ہوئے مغرب سے دوستی اور ان کی ایجنٹی کا الزام لگایا اور اسی وجہ سے ان کی تکفیر کی۔ حالانکہ یہ ساری کاروائی محض جھوٹ ہے۔

---

(143) التحریر والتنویر: 230/6

اختتامیہ

گزشتہ دلائل وبراہین سے آپ بخوبی جان سکتے ہیں کہ داعش خارجی تنظیم ہے نہ کہ سلفی اہل الحدیث، جیسا کہ داعش خود کو ثابت کرتی ہے، اس مسئلے کی مزید وضاحت ہو سکے یہاں پر خوارج کے عقائد اور اہل الحدیث کے عقائد میں چند اہم فرق ذکر کرتا ہوں تاکہ عام لوگ علی وجہ البصیرۃ داعش کی خارجی فکر کو سمجھ سکیں۔

	اہل الحدیث کے عقائد	داعش کے عقائد
1	مسلم حکام پر کفر کا فتوی نہیں لگاتے چاہے جتنا بھی ظالم وفاسق ہو، جب تک کفر بواح کا مرتکب نہ ہو	جبکہ یہ خوارج مسلم حکمرانوں پر کفر کا فتوی لگا کر انکو اصلی کافر سے بھی بدتر سمجھتے ہیں
2	اپنے مسلم حکمرانوں کی اطاعت غیر معصیۃ میں لازم سمجھتے ہیں اور ان پر خروج حرام سمجھتے ہیں ،بلکہ اپنے حکمرانوں کو اپنی استطاعت کے مطابق ادب اور حکمت کے تحت نصیحت بھی کرتے رہتے ہیں	جبکہ خوارج مسلم حکمران کو اپنا حکمران نہیں سمجھتے اور نہ ہی ان کی اطاعت کرتے ہیں بلکہ ان کو طاغوت قرار دیتے ہوئے ان پر خروج واجب سمجھتے ہیں
3	اپنے حکمرانوں کا خون حرام سمجھتے ہیں	جبکہ خوارج اپنے حکمرانوں کا خون حلال سمجھتے ہیں
4	اسلامی ممالک کو دارالاسلام سمجھتے ہیں	جبکہ خوارج اسلامی ممالک کو دار لکفر اور دار لحرب سمجھتے ہیں
5	جہاد ، اصلی کفار کیخلاف کرتے ہیں اور	جبکہ خوارج اسلامی ممالک میں لڑائی کو

	اسلامی ممالک میں لڑائی کو فساد اور دہشت گردی سمجھتے ہیں	افضل ترین جہاد سمجھتے ہیں
6	معاہد اور مستامن کا قتل حرام سمجھتے ہیں	جبکہ خوارج معاہد اور مستامن کا قتل جائز بلکہ واجب قرار دیتے ہیں
7	غیر حربی غیر مسلم کے ساتھ احسان کرتے ہیں اور ان پر ظلم نہیں کرتے	جبکہ خوارج ہر قسم کے کافر پر احسان کرنے کے قائل نہیں ہیں
8	علماء کرام کا احترام کرتے ہیں اور ان سے رہنمائی لیتے ہیں	جبکہ خوارج علماء کرام کا احترام نہیں کرتے بلکہ یہ جذباتی نوجوان ہوتے ہیں
9	کفر کا فتوی لگانے سے ڈرتے ہیں	جبکہ خوارج تکفیر کرنے میں بہت تیزی اور غلو کرتے ہیں
10	پُرامن اور مہربان شفقت کرنے والے ہوتے ہیں	جبکہ خوارج داعشی سخت دل اور لوگوں کو جلاتے اور ذبح کرتے ہیں

مزید معلومات کیلئے دیکھے: ابو عبد الحق دکتور عبد اللطیف بن احمد الکردی کا رسالہ "الفرق الجوهريه بين داعش والسلفيه"

اھل الحدیث کے عقائد کے حوالے سے اس کتاب کا مطالعہ بہت مفید رہے گا کیونکہ اس میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ داعش کے اکثر و بیشتر عقائد اھل الحدیث کے عقائد سے ٹکراتے ہیں۔

وآخر دعونا أن الحمد لله رب العالمين

سبحانك اللهم وبحمدك أشهد أن لا إله إلا أنت أستغفرك وأتوب إليك

فتنوں کے دور میں اُمید کی اِک کرن

www.alfitan.com

مکتبہ ردّ فتن